عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

شوال و ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ/ستمبر و اکتوبر ۲۰۱۲ء

RegNo.P476

جلد:یازدھم

شمارہ: 1,2

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/200روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل: physiologist72@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

www.darwaish.org

اداریہ

ملالہ پر حملہ ہوا جو ایک سکول کی طالبہ تھی۔ ملالے نام کے ساتھ خطۂ افغان کی ایک وابستگی ہے کیونکہ افغانستان میں انگریزوں کے خلاف ایک جہاد میں ملالے نامی ایک مسلمان عورت نے والہانہ شمولیت اختیار کی۔ اپنے اشعار سے مجاہدین کے دلوں میں آگ لگائی اور خود ایک معرکہ میں شہادت کے اعزاز کے ساتھ سرفراز ہوئی۔ اس نام کی ایک طالبہ کو منتخب کیا گیا۔ اس سے کام لے کر سوات کے حالات میں اس کی تحریر کو استعمال کیا گیا۔ چنانچہ اب بھی انٹرنیٹ پر اس کے بیانات موجود ہیں جس میں اس نے کہا ہے کہ برقعہ دیکھ کر مجھے پتھر کا زمانہ یاد آجاتا ہے، ڈاڑھی دیکھ کر مجھے فرعون یاد آجاتا ہے اور اُوبامہ میرا آئیڈیل ہے۔

اب دوبارہ جب ناموسِ رسالت کی تحریک تھم کے نہیں دیتی تھی تو کسی ناعاقبت اندیش کو استعمال کر کے پھر ملالہ کو نشانہ بنایا گیا۔ ملالہ پر حملہ کرا کر میڈیا پر ایک ایسا مسئلہ سامنے لایا گیا اور اس کو اتنا اُچھالا گیا کہ ناموسِ رسالت کی تحریک سے توجہ ہٹانے میں اس نے پورا کام کیا۔ ساتھ ہی اخباری خبریں یہ بتا رہی ہیں کہ اسی چیز کو شمالی وزیرستان پر آپریشن کی بنیاد بنا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ پشاور کے گردو پیش میں ڈاکوؤں سے حملوں کی افواہ چھوڑی گئی کہ مسلح بیس بیس، تیس تیس، چالیس چالیس افراد گھر پر حملہ کرتے ہیں، چوری قتل وغیرہ نہیں کرتے بلکہ عورتوں کی بے عزتی کرتے ہیں۔ اس سے وہ مسلمان پٹھان جو گولی اور قتل سے تو اتنا نہیں گھبراتا جتنا بے عزت ہونے سے گھبراتا ہے، اس پٹھان معاشرے میں ایک خوف پیدا کیا گیا۔ چنانچہ ان پڑھ لوگ جن کا مسجد، خانقاہ، تبلیغی جماعت یا اخبار کے ساتھ کوئی دینی تعلق نہیں، سخت پریشان ہوئے اور لوگوں کی راتوں کو گھروں کو چھوڑ کر محفوظ مقامات پر اپنے واقفوں اور رشتہ داروں کے ہاں رات گزارنے کے لئے

جانے کی اطلاعات ہمیں ملیں۔ اس ففتھ کالم (Fifth Column) کی ترکیب سے تحریکِ ناموسِ رسالت کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی گئی۔

ملالہ کے حملے پر افسوس ہوا۔ اصل کرداروں کو سامنے لایا جائے اور والدین سے درخواست ہے کہ جب ادارے اُن کے بچوں سے اپنے مقاصد کے لئے کام لیں تو وہ اپنے بچوں کو سمجھائیں کہ وہ ایسی باتیں زبان سے نہ نکالیں جو اسلام، پختون معاشرہ اوراس خطے کے مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کے خلاف ہوں۔ سنا ہے کہ ساری باتیں اُس کا باپ جو ایک پبلک سکول کا مالک تھا اُس نے اس معصوم بچی کے نام سے یہ کارستانی کی اور اُس کے ذریعے اچھا خاصا پیسہ کمایا اور شہرت حاصل کی۔ لیکن اپنی قوم کا مفاد بیچ کر جو فوائد حاصل کئے جائیں اُن کے نقصانات آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی سامنے آجاتے ہیں۔

افسوس میڈیا جلدی بک جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

☆☆☆☆☆☆☆

صفحہ ۲۲ سے آگے:

جس وقت ایک کافر کا مسلمان پر حملہ ہو جائے تو اس کے ساتھ سارے مسئلے حربی کافر کے ہو جاتے ہیں۔ اس کی مصنوعات ساری حربی کے حکم میں آجاتی ہیں۔ اگر تو اس کی چیزیں خرید رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تُو جنگ کے لئے اس کو چندہ دے رہا ہے، تُو مسلمان کے خاتمے کے لئے چندہ دے رہا ہے، تُو بہت ظالم ہے، تُو بہت بے غیرت اور دیوث ہے جو ان کو چندہ دے کر ان کی حکومت کے اس کشت وخون کو ترقی دے رہا ہے۔ تُو مسلمان کا خون چوس رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

مجالس سلیمانی (قسط۔۲)

(انجینئر ثاقب علی خان صاحب۔امریکہ)

مندرجہ ذیل موضوعات حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانیؒ نے اپنی عصر کی مجالس میں بیان فرمائے ہیں۔ یہ کیسٹوں سے مرتب کر کے بندہ نے لکھے ہیں۔ (ثاقب علی خان)

ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر

یقیناً نماز انسان کو برائیوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے روک دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان چیزوں کو جو تم کرتے ہو۔اس جگہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ 'الصلوۃ' انسان کو فواحشات ومنکرات سے روک دیتی ہے۔فواحش بھی منکر کا حصہ ہے۔شیطان انسان کو ابتداء میں فواحش کے راستے سے مارتا ہے۔قرآن میں آتا ہے کہ 'شیطان تم کو حکم دیتا ہے بے حیائی کی باتوں کا'۔انسان کی طبعیت کا رجحان بُرائی کی طرف ہوتا ہے۔نماز یقیناً فواحش ومنکرات سے روکتی ہے۔ یہاں نماز لفظ معرفہ ہے یعنی الصلواۃ یعنی وہ نماز جو اللہ ورسول نے بتائی (یعنی وہ خاص کامل نماز، ہر نماز نہیں)۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز کو اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔دوسری جگہ قرآن میں نماز کے متعلق ارشاد ہے کہ

اقم الصلوۃ لذکری

کہ نماز کو میری یاد کے لئے قائم کرو۔

نماز حقیقت میں یادِ حق ہے۔اللہ تعالیٰ کچھ ظاہر کے احکام دیتے ہیں اور کچھ باطن کے احکام دیتے ہیں۔جس قدر اپنے میں پختگی ہوگی اسی قدر انسان فواحش ومنکرات سے بچتا رہے گا۔اگر نماز بھی پڑھتے ہیں اور ساتھ گناہ بھی سرزد

ہوتے ہیں تو سوچو کہ میری نماز اس سطح پر نہیں آئی ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ نماز کو بنانے کی محنت کرنی ہوگی ایک محنت نماز کی داخلی محنت ہے اور ایک نماز کی خارجی محنت ہے۔ دونوں اکٹھی ساتھ چلیں گی تو ایک دوسرے پر اثر کریں گے۔ نماز کے ظاہری اور باطنی احکام کو جتنا انسان بنا لے اور استوار کر لے اتنا انسان کامیاب ہوگا۔ قرآن میں آتا ہے۔

قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون

کہ پوری کامیابی ان لوگوں نے پائی جو نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ خشوع کی حقیقت انسان پر کھل جائے کہ خشوع کیا ہے خشوع عدم حرکت کو کہتے ہیں یعنی سکون کی حالت ہو۔ شریعت میں اس کے معنی یہ ہیں کہ ظاہر و باطن کے تمام اعضاء کے لئے جو حکم نماز کے مطابق دیا گیا ہے، جو حرکت نماز کے لئے مقرر کی گئی ہے اس حکم اور حرکت کے خلاف حرکت نہ ہو۔ اگر دل کو عمداً اور ارادہ سے غیر میں مشغول کرتے ہیں تو یہ دل کا عدمِ خشوع ہے۔ دل ساکن ہو جائے دھیان حق میں تو یہ دل کا خشوع ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں یا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں۔ یعنی دل اللہ تعالیٰ کے دھیان کے ساتھ ایسا قرار پکڑے ہوئے ہو کہ کوئی دوسرا دھیان اس میں نہ ہو۔ جب دل میں خشوع ہوتا ہے تو ہاتھ بھی خاشع ہوتا ہے۔ جسم کے خشوع کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ اندام کو رکھنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں رہے۔ قیام، رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ وغیرہ میں جس جس اندام کو جہاں جہاں رکھنے کا حکم ہے، ہر عضو وہاں پر رہے۔ اسی طرح دماغ کی حرکت سوچ ہے، کہ دماغ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ نماز میں پورے جسم کی مشق کرائی جاتی ہے۔ نماز میں وساوس بھی آتے ہیں اور عام طور پر لوگ وساوس سے گھبراتے ہیں، حالانکہ

وساوس کا آنا برا نہیں، لانا اور جمانا منع ہے۔ وساوس کا آنا شیطان کا فعل ہے اور شیطان کے فعل پر انسان کو نہیں پکڑا جاتا ہے۔ اگر وساوس کو خود سوچ کر لائے اور ان کو جمائے اور آگے بڑھائے تو یہ پھر انسان کا فعل ہو جاتا ہے۔ شیطان کے وساوس کی مثال کُتے کے بھونکنے کی طرح ہے۔ کُتا بھونکتا ہے اور انسان اپنی راہ پر چلتا ہے۔ اسی طرح شیطان بھونکتا رہے اور انسان خیال و دھیان ہی نہ کرے۔ نماز میں چند چیزوں کا مطالبہ ہے ایک ہے پورے جسم کا ایک خاص ہئیت پر رکھنا دوسری چیز کچھ کلمات کا پڑھنا ہے اور تیسری چیز دھیان کے جمانے کا حکم ہے یعنی حضوری کی کیفیت ہو۔ انسان جو کلمات نماز میں پڑھتا ہے معنی سمجھ کر پڑھے اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا بھی دھیان ہو۔ مثال کے طور پر ایک چھوٹا بچہ ہے استاذ نے اس کو الحمد شریف معنی کے ساتھ پڑھائی پھر استاذ نے اس کو کہا کہ الحمد معنی کے ساتھ سناؤ۔ اس حالت میں بیک وقت بچے کے ذہن میں کئی چیزیں ہونگی۔ پہلی بات یہ ذہن میں ہوگی کہ اُستاد حاضر و ناظر ہے موجود ہے سُن رہا ہے دوسری بات یہ ذہن میں ہوگی کہ اگر صحیح سنایا، تو ممکن ہے کہ خوش ہو کر انعام دے اور اگر غلط سنایا تو ممکن ہے سزا دے۔ یعنی اس بچہ کو خوف و امید دونوں ہوں گے۔ اس لئے سنانے کے دوران وہ اس بات کا بھی خیال رکھے گا کہ لفظ صحیح ادا ہو اور ساتھ معنیٰ کا بھی دھیان رکھے گا۔ جس طرح ایک چھوٹا بچہ ایک ہی وقت میں پانچ چھ چیزوں کا دھیان رکھتا ہے اسی طرح ہم سے بھی، جب ہم مالک الملک کے سامنے کھڑے ہیں، یہ مطالبہ ہے کہ وہ حاضر و ناظر ہے سُن رہا ہے۔ اگر صحیح پڑھی تو انعام دے گا اور اگر غلط پڑھی تو پکڑا نہ جاؤں۔ جیسے وہاں الفاظ کا دھیان ہے اسی طرح یہاں بھی الفاظ کا دھیان ہو۔ اگر انسان مشق کرے تو آسانی سے یہ بات قابو میں آسکتی ہے۔ اصل میں ہم نماز عادتاً پڑھتے ہیں۔ بچپن سے نماز

جس طرح شروع کی ہے اسی طرح پڑھتے رہے ہیں۔ جیسے گھڑی کو ایک دفعہ چابی دی جاتی ہے اور پھر وہ چلتی رہتی ہے۔ اسی طرح ہم نے نماز شروع کی اور تکبیر تحریمہ کی چابی دے کر بے فکر ہو گئے اور سلام پر نماز ختم ہو گئی۔ ہم نماز ارادہ سے نہیں پڑھتے ہیں اور نہ ایک ایک لفظ ارادہ سے ادا کرتے ہیں۔ ہماری نماز ایسی نہ ہو کہ جیسے گاڑی کو ایک دفعہ دھکا دیتے ہیں اور وہ پھر خود بخود کچھ فاصلہ تک چلتی ہے۔ ایک ایک لفظ پورے دھیان اور ارادہ کے ساتھ ادا کریں اور ٹھہراؤ کے ساتھ پڑھیں۔ ابتداً اس میں کچھ دقت ہوگی۔ نماز کے لفظوں کے طرف دھیان، اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان، معنی کی طرف دھیان۔ یعنی نماز کے اندر انسان نماز کے متعلقات میں مشغول ہو تو نماز نماز ہوگی، اور نماز کے اندر انسان نماز کے خارج کے چیزوں میں مشغول ہو تو نماز خراب ہو جائے گی۔ رکوع وسجدہ میں انسان تین تین دفعہ تسبیحات کہنے کے بجائے پانچ پانچ مرتبہ تسبیحات کہے۔ نوافل میں ربنا لک الحمد کے بعد حمداً کثیراً طیباً کہے۔ اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان دُعائیں رب اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وعافنی واجبرنی پڑھے۔ دونوں سجدوں کے درمیان دُعا قبول ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ پڑھنے سے ٹھہراؤ ہوگا، ٹھہراؤ کے بعد لگاؤ ہوگا اور لگاؤ کے بعد دھیان میسر آئے گا۔ دھیان کے بعد حقیقتِ صلواۃ حاصل ہوگی۔ جتنی نماز کامل اور پختہ ہوگی اسی قدر باہر کے اعمال پختہ ہوں گے۔ باہر کی محنت بھی نماز کے نقشہ پر ہو۔ فجر کی نماز پڑھی تو پھر ظہر کے نماز کا انتظار ہو۔ نماز کے لئے انتظار بھی نماز میں محسوب (شمار) ہوتا ہے۔ سات آدمی قیامت کے دن عرش کے سایہ کے پیچھے ہوں گے۔ ان میں ایک آدمی وہ ہے جس کا دل مسجد میں معلق (اٹکا ہوا) رہتا ہے۔ دوسرے اس چیز کا دھیان رہے کہ جب کوئی گناہ ہونے لگے تو یہ خیال کرے کہ ابھی

تھوڑی دیر کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور اپنے سے کہے کہ روسیاہ کس منہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے تو پھر جائے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اس خیال کی وجہ سے نماز سے بھاگنے لگے بلکہ اس خیال کی وجہ سے گناہ سے بھاگے۔ اگر انسان کو سچی فکر لگ جائے تو پھر تمام گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ ایک آدمی حجامت کرتا تھا اور عموماً فجر کے بعد اپنی ڈاڑھی مونڈتا تھا۔ نماز پڑھی پھر قرآن کی تلاوت کی پھر Shave شروع کی۔ بعد میں جب بزرگوں سے تعلق ہوگیا تو دل میں کھٹکا لگا کہ ابھی قرآن کی تلاوت سے اُٹھے ہو اب یہ کیا کرتے ہو۔ اس زمانہ میں داڑھی رکھنا بہت مُشکل تھا۔ پھر ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن شیو کرنے لگا۔ آہستہ آہستہ مکمل ہی چھوڑ دی۔

توبہ:

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم .

''التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ''

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ جس نے گُناہ کیا ہی نہ ہو۔

ہم میں سے ہر شخص گُناہگار ہے لیکن گناہوں کا اعتراف اپنی کمی اور کوتاہی کا یقین اور ان پر ندامت اور آئندہ کے لئے گُناہ سے بچنے کا پختہ عزم ہی بندگی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے۔

کلکم خطاؤن و خیر الخطاؤن توابون

تم سب کے سب خطا کار ہو لیکن اچھے خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔

میرے حضرت سید صاحبؒ (علامہ سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ) فرمانے لگے کہ جب بچہ چلتا ہے تو گرتا ہے، پھر اُٹھتا ہے، پھر گرتا ہے۔ ایسے گرتے

پڑتے آخر کار چلنا سیکھ لیتا ہے۔ وہ کونسا انسان ہے سوائے انبیاء علیہم السلام کے جو گُناہ سے کلیتًا پاک ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعا ہے۔

رب لا تکلنی الیٰ نفسی طرفة عین فانک ان تکلنی الی نفسی تکلنی الی ذنب و خطیٔة وضعف و عورة

اے اللہ مُجھے میرے نفس کے حوالے آنکھ کے جھپکنے کے برابر بھی نہ کر۔ اگر تو نے مُجھے نفس کے حوالہ کیا تو مُجھے گُناہ، خطا، کمزوری اور عاجزی کے حوالے کر دیا۔

اس مضمون کو کسی عارف نے اس شعر میں باندھا ہے۔

؎ چار چیز آوردہ ام شاہا کہ درگنج تو نیست
عاجزی درماندگی عذر و گُناہ آوردہ ام

اے اللہ، چار چیزیں ایسی لایا ہوں جو آپ کے خزانے میں نہیں۔ عاجزی اللہ تعالیٰ کے خزانے میں نہیں، نیستی اللہ کے خزانے میں نہیں، عُذر اللہ کے خزانے میں نہیں، گُناہ اللہ کے خزانے میں نہیں۔ گُناہ تو ہمارے خمیر میں ہے۔ گُناہ پر ڈھٹائی نہیں چاہیئے۔ گُناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی زیادہ توبہ قبول کرنے والے ہیں۔

بازآ بازآ ہرآن چہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی بازآ
این درگہ ما درگہ نا اُمیدی نیست
صد بار گر توبہ شکستی بازآ

ترجمہ: باز آجاؤ، باز آجاؤ، جو کچھ بھی ہو باز آجاؤ، اگر کافر ہو، آتش پرست ہو، بت پرست ہو، باز آجاؤ۔ اس درگاہ میں نا اُمیدی نہیں ہے، اگر سو بار توبہ ٹوٹ جائے پھر بھی باز آجاؤ۔

بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا۔ اس نے ۹۹ قتل کئے تھے۔ اس کے بعد نجات کی فکر ہوئی۔ اپنے گھر سے چل پڑا۔ آگے ایک غیر محقق مولوی صاحب مل گئے۔ اس مولوی صاحب سے پوچھا کہ میں نے ۹۹ قتل کئے ہیں۔ کیا اس حالت میں میری بخشش ہوسکتی ہے۔ اس مولوی صاحب نے کہا کہ ۹۹ قتل کئے ہیں اور پھر بخشش کے اُمیدوار ہو؟ کہا کہ جب ۹۹ آدمی قتل کرنے کے بعد بخشش نہیں ہوسکتی تو چلو سویں تم سہی۔ اس مولوی صاحب کو بھی قتل کیا۔ لیکن دل میں کسک باقی تھی۔ جب نشہ اُتر گیا۔ پھر روانہ ہوگیا۔ آگے ایک اور مولوی صاحب مل گئے اس سے مسئلہ پوچھا تو اس نے کہا فلاں گاؤں میں ایک عارف ہیں اُن سے جاکر پوچھو۔ وہ اس گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں موت کا فرشتہ آیا اور نزع شروع ہوگیا۔ راستے میں ہی مرکر گرنے لگا۔ گرتے گرتے یہ کوشش کی کہ جس گاؤں کے طرف جارہا تھا اس کے قریب ہوجائے۔ جب مرگیا۔ تو رحمت اور عذاب کے فرشتے آئے۔ عذاب والے فرشتے کہتے تھے کہ سو قتل کئے ہیں اس کو دوزخ میں لے جائیں گے اور رحمت والے فرشتے کہتے تھے کہ توبہ کی نیت سے نکلا تھا اس لئے ہم لے جائیں گے۔ دونوں قسم کے فرشتے اللہ کے پاس گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین ناپ لو کس طرف کو کم ہے؟ اگر توبہ کرنے والے گاؤں کی طرف زمین کم ہو تو رحمت والے فرشتے لے جائیں اور اگر جس گاؤں سے چلا تھا اس

طرف زمین کم ہوتو عذاب کے فرشتے لے جائیں۔ جب زمین کو ناپا تو توبہ کی طرف جانے والے گاؤں کی زمین کم نکلی۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرف کی زمین سکیڑ دی تھی کیونکہ مرکر گرتے ہوئے بھی اس نے توبہ کرنے والے گاؤں کے طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی۔ رحمتِ حق بہانہ چاہتی ہے، بہا (قیمت) نہیں چاہتی۔ اُمِ مظہر (مجلس کے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کرکے) کی طرح نہ کپڑا مانگتی ہے نہ روٹی بلکہ میاں کا پیار مانگتی ہے۔ انسان سے گُناہ ہوجاتا ہے اور پھر کہتا ہے۔

رب انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً و لا یغفر الذنوب الا انت

یا اللہ! مجھ سے تو اپنی جان پر بڑا ظلم ہوگیا لیکن آپ ہی تو ہیں جو گناہوں کو معاف کردیتے ہیں۔

اللہ کی رحمت سے نا اُمید شیطان کرتا ہے۔ فرمایا میرے آقا سیدنا حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب بندہ سے گُناہ ہوجائے اور پھر کہے۔ **رب ظلمت نفسی فاعترفت بذنبی** اے رب میں نے گُناہ کیا اور میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے گُناہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اے فرشتو! یہ بندہ سمجھتا ہے کہ کوئی میرا پالنے والا ہے اور اپنے گُناہوں کا اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے رب تیرے سوا کوئی معاف کرنے والا نہیں ہے تُو مجھے بخش دے۔ اے فرشتو! گواہ رہو میں نے اس بندہ کو معاف کیا۔ اللہ تعالیٰ بخش دیتے ہیں اور جتاتے بھی نہیں۔ ایک گُناہ گار کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بُلائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے کہ تو نے فلاں فلاں گُناہ کئے تھے تو یہ بندہ کہے گا کہ اے اللہ! تو نے وہاں بھی ستّاری کی تھی یہاں بھی توستّاری فرما، تُو تو ستّار رہی ہے۔ اللہ پاک کہے گا کہ جا میں نے تجھے بخش دیا۔

ایک اعرابی سے حجاج بن یوسف نے پوچھا کہ بتا حجاج بن یوسف کیسا ہے؟ اعرابی نے کہا کہ انتہائی ستمگر اور ظالم ہے۔ حجاج نے پوچھا اس کی شکایت خلیفہ عبدالملک کے پاس کیوں نہیں کرتے۔ اعرابی نے کہا کہ وہ حجاج سے بھی زیادہ ظالم ہے۔ حجاج نے کہا کہ اس کو پکڑو۔ اعرابی سمجھ گیا اور گھوڑے کو کھینچ کر حجاج کے پاس پہنچا اور کہا کہ بھید میرے اور تمہارے درمیان ہے، میں کسی کو نہیں کہوں گا۔ حجاج نے چھوڑ دیا۔

؎ تو کریمی و رسول تو ہم کریم
ہزار شکر کہ ہستیم میان دو کریم

ترجمہ: اے اللہ تو مہربان ہے اور تیرا رسولؐ بھی مہربان ہے۔ ہزار شکر ہے کہ میں دو مہربانوں کے درمیان ہوں۔

اللہ کی رحمت ہر حال میں ہمارے گناہوں سے بڑی ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اللھم ان مغفرتک اوسع من ذنوبی ورحمتک ارجیٰ عندی من عملی

اے اللہ بے شک تیری مغفرت میرے گُناہوں سے وسیع ہے اور تیری رحمت سے مُجھے اپنے عملوں سے زیادہ اُمید ہے۔

ایک دوسری حدیث میں دُعا فرمائی۔

اللھم اصنع بنا ما انت اھلہ و لا تصنع بنا مانحن اھلہ

یعنی اے اللہ ہمارے ساتھ وہ معاملہ فرما جو تیری شان رحمت ومغفرت کے

لائق ہے اور ہم سے وہ معاملہ نہ فرما جس کے ہم اہل ہیں۔ اگر ہم سے ہمارے عملوں کے مطابق معاملہ ہو جائے تو ہمارے گُناہوں کی وجہ سے پوری دُنیا میں کوئی جاندار چیز نہ چھوڑی جائے۔ لیکن اس کی شان کریمی اور رحیمی کے صدقے جایئے کہ اس نے مومنوں کی مغفرت مانگنے کے لئے ہزاروں فرشتے مقرر کیئے ہیں جن کی تسبیح یہ ہے کہ اے اللہ مسلمانوں کو بخش دے، ان کے گناہوں کو بخش دے۔ ہم زیادتیاں کرتے ہیں، وہ رحم کرتا ہے۔ ہم اس سے بھاگتے ہیں اور وہ ہم کو اپنے رحمت کی طرف کھینچتا ہے۔ ہم خطا کرتے ہیں، وہ عطا کرتے ہیں۔

ع از درِ حلم وکرم آئی مدام

اے خدا تو ہمیشہ حلم وکرم کے دروازے سے آتا ہے۔

ے اِس طرف سے خطاؤں کی کثرت

اُس طرف سے عطاؤں کی بارش

بس اللہ کی رحمت سے انسان کو کسی وقت نا اُمید نہ ہونا چاہئے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان جان بوجھ کر گُناہ کرتا رہے۔ اگر باپ بیٹے کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو بیٹے کو بھی اچھا سلوک کرنا چاہئے، نہ کہ باپ کے اچھے سلوک کی وجہ سے باپ کی نافرمانی کرے اسی طرح اللہ کے رحم وکرم سے ناجائز فائدہ نہیں اُٹھانا چاہئے بلکہ اللہ کا مطیع اور وفادار بن کر زندگی گزارنی چاہئے۔ (جاری ہے)

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاءاللہ بروز ہفتہ ۳ نومبر ۲۰۱۲ء کو خانقاہ میں منعقد ہوگا۔ بیان عشاء کے بعد ہوگا۔ عشاء کی نماز ۷ بجے ہوگی۔

تقریر جمعہ مدینہ مسجد پشاور یونیورسٹی

موضوع: ناموسِ رسالت

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

آپ سب کے سامنے یہ خبر آ گئی کہ امریکہ نے حضورِ اقدس ﷺ کی زندگی پر فلم بنانے کی گستاخی اور جسارت کر لی۔ اللہ کا شکر ہے کہ عالمی سطح پر ایسا ردعمل ہوا کہ یہ مثالی اور ریکارڈ ردعمل رہا۔ یہ کیوں کر رہے ہیں؟ کسی کو کیا تکلیف ہے اور کیا فوائد ہیں اس کے؟ یہ ایک اہم سوچنے کی بات ہے۔

جہاں تک توحید کا تعلق ہے، یہودی بھی خدا کو مانتے ہیں عیسائی بھی خدا کو مانتے ہیں۔ امریکی ڈالر پر لکھا ہوا ہے In God We Trust۔ یہ روس کے مقابلے میں، جو کہ خدا کو نہیں مانتے ایک slogan تھا، نعرے کے طور پر وہ کہتے تھے کہ In God We Trust۔ تو اللہ کو یہودی بھی مانتے ہیں، عیسائی بھی مانتے ہیں، مجوسی بھی مانتے ہیں، سوائے کمیونسٹوں کے اور دہریوں کے، خواہ نام کا ہی مذہب ہو خدا کو مانتا ہے، توحید کا اقرار کرتا ہے۔ اختلاف جو آتا ہے وہ رسالت میں ہے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہیں وہ نہیں مانتے، اختلاف اس جگہ پر ہے۔ اس لئے اگر مسلمان اور اسلام کا خاتمہ کیا جائے وہ توحید کے خاتمے سے نہیں ہوسکتا۔ امتِ مسلمہ کا خاتمہ رسالت کے ساتھ ہے۔ توحید کے خاتمے پر ان کا خاتمہ نہیں ہوگا کیونکہ سوائے کمیونسٹوں کے باقی سارے مذاہب والے توحید کو مانتے ہیں اس لئے توحید کے خاتمے سے اور توحید پر زد آنے سے مسلمان ختم نہیں ہوتا۔ یہ ختم ہوتا ہے تو رسالت کے خاتمے سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص تعلق کے ختم ہونے سے یہ ختم ہوتا ہے۔

پنجاب کے ایک مولوی صاحب تقریر کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کا اسلام کے بارے میں ویسا ہی معاملہ ہے جیسا کہ بوڑھے دادا جی کا ہوتا ہے۔ بوڑھے دادا جی

کی نظر بھی کام نہیں کر رہی ، لاٹھی ٹیک کر چل رہے ہیں ، اس کے دس پوتے ہیں ، نواسے ہیں ، چار اس کے بیٹے ہیں ، بڑی حیثیت پر ہیں سب ۔ دادا جی کوئی بھی بات کہیں اس کو مانتے نہیں ہیں ، بیٹے نہ پوتے ۔ لیکن گلی میں سے گزرتے ہوئے اس معذور آدمی کو کوئی گالی دے دے تو ساری برادری مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اس کی بے عزتی تو سارے خاندان کی بے عزتی ہے ۔ اس کی بے عزتی اگر ہم نے سن لی اور رد عمل نہیں کیا پھر تو ہم یہاں رہنے کے قابل ہی نہ رہے ۔ ہماری ساری عزت خاک میں مل گئی اور مخالف کہے گا کہ ان کے دادا کو ہم نے بے عزت کر دیا یہ کچھ نہیں بول سکے تو اب اور کیا کریں گے ۔ تو خاندان جو اس جگہ سٹینڈ لیتا ہے وہ اس لئے کہ ان کی حیثیت ختم ہو رہی ہے اس کے بعد ۔ اگر چہ اس کی بات ہم مانتے ہوں یا نہ مانتے ہوں وہ علیحدہ بات ہے لیکن اس بات کو تو مان رہے ہیں کہ یہ ہمارا دادا ہے ۔ جس طرح ایک ہوتا ہے خدا کو ماننا ، ایک ہوتا ہے خدا کی ماننا ۔ اب دادا کی بات ہم مانتے ہیں کہ نہیں ، وہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے ، اس کو بعد میں دیکھا جائے گا ، پہلی بات یہ ہے کہ اس کی عزت پر جو حرف آ رہا ہے تو ہمارا تو خاندان اور خاندانی حیثیت ختم ہو رہی ہے ۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ بحث کے لئے آدمی جب بات کرتا ہے تو عقل اور دلیل سے کرتا ہے ۔ جب کسی کے پاس عقل اور دلیل ہو اُس کو بات کرنے کی ہمت ہوتی ہے کہ میرے پاس دلائل ہیں میرے آگے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور نہ کوئی جواب دے سکتا ہے ۔ جب عقل و دلیل سے بات کرنے کے حالات نہ رہیں اور دلائل کسی کے پاس نہ ہوں تو پھر personal attack (ذاتیات) پر اتر آتا ہے ، گالی گلوچ پر اتر آتا ہے ۔ یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اس کے پاس دلائل نہیں ہیں ۔

مجھے یاد ہے گاؤں میں ہم ہوتے تھے تو عجیب زندگی ہوتی تھی اس زمانے میں ، ٹی وی نہیں تھا ، ریڈیو تک نہیں تھا ۔ ایک سادہ زندگی ہوتی تھی ، آپ لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے ۔ عام طور پر گاؤں میں لڑائیاں ہوتی تھیں ۔ جب لڑائی ہو جاتی تو ہم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر

تماشے کے لئے جاتے تھے۔ جب عورتوں کی لڑائی ہوتی تھی تو اس کا ایک علیحدہ لطف ہوتا تھا سننے کا، اور مردوں کی لڑائی کا علیحدہ لطف ہوتا تھا۔ ایک برادری کی دوسری برادری کے ساتھ لڑائی ہوگئی اور دوسری برادری والے ہتھیار، ڈنڈے، اسلحہ، بندوقیں، سب چیزیں لے کر آگئے اور دیواروں سے چڑھ کر اوپر چھت پر آگئے۔ جو آدمی چھت پر ہو وہ اُونچائی پر ہونے کی وجہ سے غالب ہو جاتا ہے۔ بڑے بوڑھوں کا اپنا تجربہ ہوتا ہے۔ ایک بہت بڑی عمر کے آدمی تھے، بڑے مضبوط آدمی تھے، عمر زیادہ ہونے کے باوجود دو چار آمیوں کو رگڑ لیتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ ''وار اوکئے، سہ کش کڑپ بہ نہ کوئے زما راتلو پورے'' ۔ (کہ صبر کرو میرے آنے تک کوئی حرکت نہیں کروگے) میں نے سوچا یہ بابا صاحب کیا کرے گا، نہ اس نے ہاتھ میں ڈنڈا لیا نہ بندوق، نہ اور کچھ، اور ایسے ہی پگڑی اپنی ٹھیک کر کے جا رہا ہے، اب یہ کیا کرے گا؟ کیا تماشہ کرے گا کہ اتنی بڑی لڑائی کو یہ روک دے گا۔ وہ نیچے جا کر کھڑا ہو گیا اور دوسرے قبیلے کے بڑے کا نام لے کر آواز دی کہ ''پلانے پکے شتہ دے؟'' (کہ فلانا بیچ میں ہے)۔ وہ تو سب کی قیادت کر رہا تھا۔ انھوں نے کہا ''آؤ شتہ دے'' (کہا: ہاں موجود ہے)۔ باباجی نے کہا: ''پلانیہ! دہ ھغہ و رور بدل دی واغستو مخکی ورزو کی چی مر کڑے او چا'' کہ پچھلے دنوں جو تمہارے بھائی کو کسی نے قتل کیا تھا اس کا بدلہ تم نے لے لیا؟'' چہ دلتہ نر توب خولو دہ پارہ راغلے ای زما بچو پسی'' ۔ (کہ یہاں میرے بچوں کے پیچھے مردانگی دکھانے آئے ہو)۔ تو اُن کا سردار ساتھیوں سے کہتا ہے زئے زئے (چلو چلو)، سارے لشکر کو اس نے لیا اور پسپا ہو کر چلا گیا۔ دراصل ہمارے باباجی کے پاس بات کرنے کی عقلی دلیل تھی اور اگلا آدمی بھی سمجھدار تھا، قبیلے کا سردار تھا۔ اس کو پتہ تھا کہ اس دلیل کے سامنے اب میرے پاس جواب نہیں ہے لہٰذا پسپا ہونے میں ہی خیر ہے۔

سچ بات بتاؤں تو یورپ اور امریکہ کے پاس عقل و دلیل نہیں ہے۔ جب عقل و دلیل

سے ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا تو ان اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بے عزتی کرکے اور ان کی شان میں گستاخی کرکے اپنے دل کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اب مستقبل قریب میں اس یورپ کا خاتمہ ہونے والا ہے، اس امریکہ کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ یہ سارے وسائل جو لے کر یہ چل رہے ہیں، یہ ساری چیزیں دھڑام سے گرنے والی ہیں اور تیرے قدموں میں آنے والی ہیں۔ تو اگر تقویٰ کو اور ایمان والی زندگی کو اختیار نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو اٹھا دے گا، تُو مکھی مچھر کی طرح پس جائے گا اور ختم ہو جائے گا۔ تُو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو نہیں لے رہا، اس کی تقویٰ والی ترتیب پر نہیں آرہا، اللہ پاک کا فیصلہ ہے اگر تم نہیں کرو گے تو میں ایسی قوم کو آگے لے آؤں گا جو اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے، اسلام سے محبت کرنے والے ہوں گے، رسول سے محبت کرنے والے ہوں گے اور کسی دینی ملامت گر کی پرواہ نہیں کرنے والے ہوں گے، دھڑلے سے ڈنکے کی چوٹ پر دین کو آگے لے کر چلیں گے اور اس پر خود بھی عمل کریں گے اور دوسروں کو بھی عمل کی دعوت دیں گے۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ (مائدہ: ۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے (اس) دین سے پھر جائے تو (اسلام کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ اسلامی خدمات انجام دینے کے لئے) اللہ تعالیٰ بہت جلد (ان کی جگہ) ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور اُن کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی، مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر، تیز ہوں گے کافروں پر (کہ اُن سے) جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں (اور دین اور جہاد کے مقدمہ میں) وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ (معارف القرآن)

جب یہ آیت نازل ہوئی اور صحابۂ کرامؓ کے سامنے پڑھی گئی تو انھوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ !اس کا مصداق کون ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا کہ یہ اور اس کی قوم۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عجم تھے، عرب نہیں تھے۔ واقعی عجمیوں میں امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی شان کا آدمی آیا ہے، اس شان کا آدمی دنیائے اسلام میں نہیں ہے صحابہ کے بعد۔ اس لئے آج بھی اور ہمیشہ کے لئے ٧٦% امت حنفی رہی ہے یعنی امام ابو حنیفہ کے طریقے پر رہی ہے۔ ١٢% امت شافعی رہی ہے، ١٠% امت مالکی رہی ہے اور ٨% حنبلی رہے ہیں۔ یہ چار امام ہوگئے اور باقی کے دو فیصد الم غلم، ایرا غیرا نتھو خیرا رہے ہیں۔

جس وقت دنیائے اسلام بالکل بودی ہوگئی، بیمار ہوگئی اور خلافتِ اسلامیہ بغداد میں جان نہ رہی اور جوان اتنے بے غیرت ہوگئے کہ چھلانگ لگانا، دوڑنا، اسلحے کو اٹھانا، ورزش کرنا اس کے کام نہ رہے۔ مجلسیں کرنا اور لڑکیوں کے پیچھے پھرنا اُن کے مشغلے تھے جس طرح آج تو کررہا ہے، انٹرنیٹ پر بیٹھا ہوا ہے، گندگی کررہا ہے، شخصیت تیری ختم ہے، ہڈیاں تیری ختم ہو رہی ہیں، پانچ منٹ اس بوڑھے کے ساتھ دوڑ نہیں سکتا، کیونکہ گندی زندگی گزری ہوتی ہے، تقویٰ اور پرہیزگاری والی زندگی اور زندگی ہوتی ہے۔ نوے سال کی عمر میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روزہ رکھے ہوئے میدانِ جنگ میں لڑ رہے تھے، کیونکہ جو آدمی لڑتا ہے اور میدانِ جنگ میں گھوڑا دوڑاتا ہے اور نعرۂ تکبیر بلند کرتا ہے اُس پر بڑھاپے کے اثرات جلدی ظاہر نہیں ہوتے اور تقویٰ والے کے ہوش و حواس آخر عمر تک بیدار رہتے ہیں اور اس کی زندگی مثالی ہوتی ہے۔ جن کی آخری عمر میں ٹٹیاں نکل رہی ہوتی ہیں، یہ میری تیری طرح کے آدمی ہوتے ہیں، جنھوں نے تقویٰ والی زندگی نہیں گزاری ہوتی۔

تو ان مغرب والوں کے پاس دلائل نہیں ہیں اس لئے اس منفی ترتیب پر آ رہے ہیں۔ جب کوئی دلائل نہیں دے سکتا تو دوسرے کو گالی دیتا ہے۔ ستا مور داسے، ستا

پلار داسے، ستا خور داسے۔ دہ ولے وائی؟ چہ دی ھغی خبرے جواب نشی کولے۔زکہ۔ (تمہاری ماں کی ایسی تیسی، تمہارا باپ ایسا ویسا، تمہاری بہن ایسی تیسی، یہ کیوں کہتا ہے؟ اس لئے کہ اُس بات کا جواب نہیں دے سکتا)۔اور ہر سمجھدار آدمی کہتا ہے کہ جو آدمی گالی دینے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے یہ کچھ بھی نہیں ہے، اس کی کوئی شخصیت ہی نہیں ہے۔تو آج یہ یورپ اور امریکہ دلیل کے میدان میں شکست کھانے کے بعد بے عزتی پر اُتر آیا ہے۔ یہ وہ گالیاں دینے والا پاگل ہے جس کے پاس دلائل نہ ہوں اور وہ گالیاں دینے کے لئے کھڑا ہو جائے۔اور بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے نزدیک سارے ہی انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام حرمت والے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں یعنی ہمارے نبی پر اور ان پر سلامتی ہو۔اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم نبی مانتے ہیں۔ جب تک ہم سارے پیغمبروں پر ایمان نہ لائیں اور جب تک ہم انھیں معزز نہ سمجھیں اور ان کی گستاخی سے باز نہ آئیں تب تک ہمارا ایمان درست نہیں ہوتا۔

ایک اس میں سیاسی مسئلہ ہے اور وہ ہے Feeler چھوڑنا۔فیلر کیا چیز ہے؟ جب کسی معاشرے کے حالات معلوم کرنا چاہیں، کسی قوم کے حالات معلوم کرنا چاہیں کہ زندہ ہے کہ نہیں ہے، اس کے طریقے ہوتے ہیں۔عرصہ ٔدراز سے میں دیکھ رہا ہوں، ۶۵ سال میری عمر ہے، ان میں سے ۵۲۔۵۳ سال میں نے خوب ہوشیاری، بیداری کی زندگی گزاری ہوئی ہے، اخباروں کو میں نے پڑھا ہے، معاشرے کو میں نے دیکھا ہے، ہر سال دو سال بعد یہ اس قسم کی حرکتیں کرتے رہتے ہیں، اور اس سے یہ اندازہ لگاتے رہتے ہیں کہ یہ زندہ ہیں یا ختم ہو گئے ہیں۔

دو باتیں میں آپ کو بڑی کام کی سناؤں، جن کو کافر جانتا ہے اور اس policy (پالیسی) پر وہ چل رہا ہے۔جس وقت کافر دیکھتا ہے کہ جس ملک میں، جس معاشرے میں مسلمان عورت skirt (سکرٹ۔یعنی آدھا جانگھیہ جس میں اس کی آدھی رانیں ننگی ہوتی

ہیں) پہن کرنکل گئی، باہر پھر رہی ہے اور اس پر ردِ عمل نہ ہوا تو اس کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ اب وہ وقت آ گیا کہ اگر ان پر چڑھ دوڑو تو ان میں کھڑا ہونے کی جان نہیں ہے۔ مغلوں کے محمد شاہ رنگیلا پر نادر شاہ درانی تب آیا تھا جب محمد شاہ رنگیلا شراب کے تالاب میں کشتی میں لڑکیوں کو لئے بیٹھا تھا۔ جب اسے اطلاع ملی کہ نادر شاہ درانی آ گیا اس نے پوچھا کتنا دور ہے، کہا بیس میل، اس نے کہا ہنوز دہلی دور است یعنی ابھی دہلی دور ہے۔ ان دنوں بیس میل طے کرنے میں ایک دن لگتا تھا تو اس نے سوچا ایک دن اور ہم شراب پی سکتے ہیں اور ساری گندگیاں کر سکتے ہیں۔ اس حد تک گراوٹ آ گئی تھی۔ جب نادر شاہ نے دہلی پر قبضہ کیا اور فتح کیا تو کہا کہ سات دن تک کشت و خون کرتے رہو کہ یہ اتنے گندے ہیں کہ ان کا کٹنا اور زمین پر ان کے خون کا بہنا یہ ہونے دو۔ یہ بات ہو جاتی ہے، اہلِ نظر اس بات کو دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ گندگی یہاں تک پہنچ گئی ہے، یہ بات ہونے والی ہے۔ فتح کے بعد محمد شاہ رنگیلا کی بیٹی سے نادر شاہ درانی کے بیٹے کا نکاح پڑھا جا رہا تھا، تو اس کے بیٹے کو بڑی شرمندگی محسوس ہوئی، اس نے کہا ابا جان قاضی شہزادی کے ساتھ تو سات پشتیں بادشاہوں کی یاد کرے گا اور میرا دادا تو گڈریا تھا، پھر کیا کریں گے؟ نادر شاہ نے کہا کہ جب قاضی اس کی سات پشتیں بادشاہوں کی گن لے تو اس کو کہنا کہ تمہارا نام لے پھر نادر شاہ کا نام لے اور پھر کہے نادر شاہ ابنِ شمشیر ابنِ شمشیر ابنِ شمشیر ابنِ شمشیر۔۔۔ یوں سات دفعہ کہے یعنی نادر شاہ تلوار کا بیٹا۔ تا کہ ان کو پتہ چلے کہ جو اِن پر چڑھ کر آئے ہیں وہ سات پشتوں کی بادشاہت لے کر نہیں آئے بلکہ وہ ہاتھ میں تلوار لے کر آئے ہیں۔

ے یہ زورِ دست و ضربتِ کاری کا ہے مقام
فطرت لہو ترنگ ہے غافل نہ جُلترنگ

واقعی فطرت بازو کی طاقت اور زور دار وار کا ساتھ دیتی ہے۔ یہاں جُلترنگ (گِٹار) ساز کے بجانے سے کام نہیں چلتا، جسم کا خون بہانے سے کام چلتا ہے۔

یورپ یہ فیلر چھوڑ رہا ہے۔ جس دن توہینِ رسالت پر خاموشی اختیار ہوگئی اور آگے سے کوئی کچھ نہیں بولا تو ان پر چڑھ دوڑو، یہ اب کسی کام کے نہیں رہے، نہ ان میں اتحاد و اتفاق، جرأت و شجاعت اور غیرت باقی رہی اور نہ ان کے ساتھ اللہ کی مدد باقی رہی کہ اب ہمارے سامنے ٹھہر سکیں۔ اس دن تیرا خاتمہ ہوگا۔ ہارون الرشید نے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے مسئلہ پوچھا کہ توہینِ رسالت کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوڑے لگانے چاہئیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسے قتل کرنا چاہئے، آپ کی کیا رائے ہے؟ اس وقت دنیائے اسلام کے بڑے امام امام مالکؒ ہی تھے۔ انھوں نے جواب میں بڑا ہی تاریخی جملہ فرمایا جو قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت پر کتاب ہے 'کتاب الشفاء' میں ہے۔ دنیائے اسلام کی سیرت کی مایۂ ناز کتابوں میں سے ایک یہ کتاب ہے۔ جو بھی سیرت کی کتاب لکھی جاتی ہے وہ قاضی عیاض کی 'کتاب الشفاء' کے حوالوں سے لکھی جاتی ہے۔ تو قاضی عیاض نے اپنی کتاب میں اس واقعے کو لکھا ہے۔ ہارون الرشید نے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے توہینِ رسالت کا مسئلہ پوچھا تو ان پر جلال طاری ہوا اور فرمایا کہ وہ قوم جس کے نبی کی بے عزتی کی جائے اس کے زندہ رہنے کا حق ہی نہیں رہ جاتا۔ اور اگر تو زندہ رہنا چاہے یا نہ چاہے تیرا حال یہ ہوگا کہ تجھ پر دشمن چڑھ کر آئے گا، تجھے پیس کر مچھر مکھی کی طرح تیرا خاتمہ کرے گا اور اگر تُو رہے گا تو اس کی غلامی میں، اپنے عقیدے اور نظریئے کو چھوڑ کر رہے گا اپنی عورت کو بے عزت ہوتا اس کے سامنے دیکھے گا، تیری ماں، بیوی، بیٹی بے عزت ہو رہی ہے اور تو دیکھ رہا ہوگا، کیونکہ تو نے اس جگہ بے غیرتی کی ہے جس جگہ غیرت کرنے کی ضرورت تھی۔ اس وقت اے بے غیرت تو غیرت نہ کر سکا اس لئے اپنی بیوی بیٹی کو کافر کے ہاتھوں ذلیل ہوتا دیکھ رہا ہے۔ یہ اس بے غیرتی کا نتیجہ ہے جو تو اس وقت کر گیا۔

یہ باتیں سمجھنے کی ہیں۔ جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا تعلق ہے، تیرے میرے اعزاز کی ان کو کوئی ضرورت نہیں۔ جس وقت قریش مکہ نے کہا کہ اس کی تو کوئی اولاد ہی نہ

ہوئی کوئی بیٹا ہی نہ ہوا۔نعوذ باللہ اس کے دنیا سے گزرنے کے بعد تو سب کچھ ختم ہو جائے گا، کوئی چیز باقی نہیں رہے گی کیونکہ اولاد ہی نہیں ہے۔سورۃ الکوثر نازل ہوئی اے پیغمبر ہم نے آپ کو خیرِ کثیر سے نواز لہٰذا تو نماز پڑھ قربانی کر بے شک تیرا جو دشمن ہوگا وہ دم کٹا ہوگا۔جس کے پیچھے اس کا تذکرہ اور نام ونشان باقی نہ رہے گا۔تو ان سرداروں کا نام ونشان باقی نہ رہا۔اگر رہا بھی تو بے ادبی کے ساتھ۔ابوجہل کا نام جہالت کے باپ کے نام کے طور پر زندہ رہا، اخنس بن شریق، اسود بن عبدیغوث اور ولید بن مغیرہ جیسے بڑے بڑے سرداروں کا نام کیسے زندہ رہا۔قرآن نے کہا کہ وَ لاَ تُطِعِ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ o هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ o مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ o عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ o کہ آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہو، بے وقعت ہو، طعنہ دینے والا ہو، چغلیاں لگاتا پھرتا ہو، نیک کام سے روکنے والا ہو، حد سے گزرنے والا ہو، گناہوں کا کرنے والا ہو، سخت مزاج ہو، اس کے علاوہ حرامزادہ ہو۔(بیان القرآن)۔قرآن پاک پر کافروں کا بھی اتنا یقین تھا کہ ان میں سے ایک تلوار لے کر ماں کے سر پر کھڑا ہوا اور کہا سچ سچ بتا میں کس کا بیٹا ہوں؟ اس نے کہا بات اس طرح ہے کہ تمہارے باپ کی اولاد نہیں ہو رہی تھی اور جائیداد مال ہمارا بہت تھا اور اس بات کا خطرہ تھا کہ تیرے چچازاد سب کچھ لے لیں گے، اس لئے تُو اپنے باپ کا بیٹا نہیں ہے بلکہ میں نے فلاں غلام کے ساتھ بدکاری کی، تُو اس غلام کا بیٹا ہے۔تو اللہ پاک اس کو بے عزت کرنا چاہتا تھا تو یہ بات ظاہر ہوئی۔تو اس طرح کے تذکروں کے ساتھ ان کا ذکر باقی رہ گیا ہے۔

؎ تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیاں بنے گا ناپائیدار ہوگا

اہلِ مغرب کو میں بتاتا ہوں کہ تمہاری تہذیب خود اپنے ہاتھوں خودکشی کرے گی کیونکہ جو آشیانہ نازک شاخ پہ بنتا ہے تو جیسے ہوا چلتی ہے ٹوٹ جاتا ہے۔مغرب اب اس طرف بڑھ رہا ہے۔ہم اس بات کو دیکھ رہے ہیں کہ امریکہ کی تباہی اب قریب ہے کیونکہ ظلم کی ایک حد ہوتی ہے۔جب وہ اس سے آگے بڑھ جاتا ہے پھر اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے ختم ہونے کا

خود بندوبست کرتا ہے۔سورۃ حجر کی آیت نمبر ۹۵ میں فرمایا گیا انا کفینٰک المُستَھزِءِ ین اے پیغمبر جو تیرا مذاق اُڑا رہے ہیں ہم ان کے لئے کافی ہیں۔اس کا دردناک انجام ہوگا۔یا تو مسلمان اس کو قتل کرتا ہے، اگر قتل نہ کرے تو دنیا دیکھتی ہے اس کے عبرتناک انجام کو۔ٹیلی نار والے جس کے خلاف اتنے جلوس نکالے گئے اس کے کنکشن تیری دینی پارٹی کی بڑی بڑی گرانڈیل شخصیتوں کے پاس ہیں۔تیرا سیاسی اتنا بودا، اتنا کمزور، اتنا بے غیرت اور اتنا کرپٹ ہے کہ کسی پارٹی پر نظر نہیں ٹھہرتی۔تیرے دینی لوگوں کا یہ حال ہے کہ جس جگہ بیٹھتے ہیں اتنے بڑے بڑے پیٹوں کے ساتھ پیپسی پی رہے ہیں۔ان بے غیرتوں کو اس بات کا خیال نہیں آتا کہ مسلمان کا خون پی رہے ہیں۔اس بات پر اگر آپ خفا ہوتے ہیں تو دس بار خفا ہوں اور اگر اس پہ اُٹھ کر مجھ پر حملہ کریں تو میں اکیلا تمہارے لئے کافی ہوں اور اس کے نتیجے میں اگر مجھے ماردیں دو میں اس کے لئے ہر وقت تیار ہوں اور ساری عمر میں اس کے لئے میں نے تیار رکھا ہے اپنے آپ کو۔اے مسلمان تو غیرت کر۔اگر تو ان بے غیرتوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر کے ان کی معیشت پر ضرب لگائے تو پھر یہ گھٹنے ٹیک کر ہمارے سامنے آئیں گے۔صرف جلوس پر کام نہیں بنے گا۔اچھی بات ہے کہ تو نے غیرت اور ہمت کا اظہار کیا۔لیکن مسئلہ اس سے حل نہیں ہوگا۔تو وہاں غیرت کرے گا جب ان یہودیوں اور قادیانیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرے گا تو ان کی معیشت کمزور ہوگی۔موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ یا اللہ تو نے فرعون کو مال و دولت اس لئے دیا ہے کہ لوگوں کو گمراہ کرتا پھرے! اے اللہ تو اس کی معیشت کو غارت کردے ربنا اطمس علی امو الھم والی آیت میں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فرعون کی معیشت کی تباہی کی دعا کی ہے کہ معیشت تباہ ہوگی تب اس کا اقتدار ختم ہوگا۔آج ان کے اقتدار کو تُو طول دے رہا ہے، تُو چندہ دے رہا ہے یہودیوں کو جو میرے سامنے مسجد میں آکر نماز کے لئے بیٹھے ہو، پورا ہفتہ چندہ دے کر آئے ہو، ہزاروں روپے دے کر آئے ہو، جس سے اس کو معاشی ترقی ہوتی ہے اور وہ چل کر مسلمان کی گردن دبانے کو آ گیا ہے۔

(باقی صفحہ ۲ پر)

ملفوظاتِ شیخ ﴿ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ﴾ (قسط۔۴۵)

(ظہورالٰہی فاروقی صاحب)

حضرت محمد ﷺ کی شخصیت:

فرمایا کہ ہر نبی اپنے ماحول میں انتہائی معیاری شخصیت ہوتا ہے۔ جہاں تک آپ ﷺ کی شخصیت کا تعلق ہے تو حضور ﷺ کی پیدائش خاندانِ بنو ہاشم میں ہوئی جو اپنی خاندانی شرافت اور اعزاز کے لحاظ سے اور بزرگی کے لحاظ سے قریش میں نمبر ایک خاندان شمار ہوا ہے اور ہمیشہ قریش کی قیادت خاندانِ بنو ہاشم نے کی ہے اور بنواُمیہ اپنی تعداد زیادہ ہونے کے باوجود، اپنی بدنی قوت زیادہ ہونے کے باوجود اور ہر جگہ بہت زبردست کارکردگی دکھانے کے باوجود بنو ہاشم سے کبھی آگے نہیں بڑھ سکے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے خطاب فرمایا ہے:

لَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُراً مِّنْ قَبْلِهٖ ط اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ O (یونس: ۱٦)

ترجمہ: کیونکہ اس (کلام کے ظاہر کرنے) سے پہلے بھی تو ایک بڑی عمر تک تم میں رہ چکا ہوں، پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔ (معارف القرآن)

اے قریشِ مکہ میں نے تمہارے درمیان ایک عرصۂ دراز گزارا ہے، چالیس سالہ زندگی گزاری ہے کیا اُس چالیس سالہ زندگی کو دیکھ کر تم سوچ نہیں سکتے کہ میں حق پر ہوں یا باطل پر۔ یہ چالیس سالہ زندگی آپ ﷺ کا ایک دعویٰ تھا کہ چالیس سالہ ایسی معیاری زندگی گزاری ہے کہ اس کے بعد ہر ایک آدمی کہتا ہے کہ وہ آدمی جس نے ایسے چالیس سال گزارے ہیں تو جب بھی وہ کوئی بات کرے گا تو وہ معیار سے گری ہوئی کبھی نہیں ہوگی کیونکہ ساری زندگی اس سے جھوٹ ثابت نہیں ہوا، ساری زندگی اس سے کبھی فساد ثابت نہ ہوا۔ اُس معاشرے میں آپ ﷺ کو صادق اور امین کا خطاب دیا گیا تھا اور آپ ﷺ کی اچھی

عمر پینتیس سال تھی کہ حجرِ اسود کے نصب کرنے کے جھگڑے میں سارے سردارانِ قریش نے آپ ﷺ کی قیادت پر ہی اعتماد کیا تھا اور آپ ﷺ کے کہنے پر حجرِ اَسود کو رکھا گیا تھا اور ان کے اندر وجود میں آنے والی لڑائی آپ ﷺ کی تدبیر اور آپ ﷺ کی حکمتِ عملی سے رُک گئی تھی۔ تو کئی موقعوں پر یہ بات ایسی ہوتی رہی ہے کہ قریش میں اس بات کا اعلان ہوتا رہا ہے کہ تمہارے اندر یہ جو تمہارے ایک بھائی کا یتیم رہ جانے والا بیٹا ہے یہ کسی میدان میں آکر کھڑا ہوتا ہے تو میدان کو مار لیتا ہے، نمبر ایک پر آجاتا ہے۔ سیرت کی کتابوں کو آپ پڑھیں آپ ﷺ کی شخصیت کے بارے میں، آپ ﷺ کی محنتیں، آپ ﷺ کی قربانیاں، آپ ﷺ کی خدمتِ خلق، آپ ﷺ کے وعدے کی پاسداری، آپ ﷺ کی سچائی اور غریبوں کا ساتھ دینا وغیرہ۔ یہ مطالعہ تو اتنا زبردست مشغلہ ہے کہ آپ اِس کو پڑھیں گے تو آپ اِس میں محو ہو جائیں گے اتنی کشش ہے اِس میں۔ اس آیت میں

لَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُراً مِّنْ قَبْلِهٖ ط اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ ٥

آپ ﷺ نے چیلنج کیا ہے قریشِ مکہ کو، ایک دوسری آیت ہے قرآن پاک میں

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ٥ (الحجر: ۷۲)

ترجمہ: آپ ﷺ کی عمر کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔ (معارف القرآن)

قومِ لوط کے واقع کو ذِکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپؐ کی عمر کی قسم۔ قرآن پاک قسم ہمیشہ اُس چیز کی کھایا کرتا ہے جو کہ اگلے سننے والے کو لاجواب کر دے تو گویا آپ ﷺ کی سیرت کو اور آپ ﷺ کی عمر کو جو آپ ﷺ نے گزاری ہے، آپ ﷺ کی سیرت کو بطورِ حجت، بطورِ مثال کے طور پر قرآن پاک میں اللہ نے پیش کر کے فرمایا ہوا ہے کہ آپ ﷺ کی عمر کی قسم یعنی وہ معیاری زندگی جو آپ ﷺ نے گزاری ہوئی ہے ان کے درمیان۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی گُھڑسواری، آپ ﷺ کی پہلوانی، آپ ﷺ کی

شجاعت اُس معاشرے میں مثالی تھی۔ وہ گھوڑا جس کو کوئی شہسوار پکڑ کر سواری کیلئے قابو نہیں کر سکتا تھا وہ کبھی آپ ﷺ کے سامنے سَر نہیں اُٹھاتا تھا۔

رُکانہ ایک پہلوان تھا جس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ رُکانہ پہلوان کا پوتا اتنی قوت والا آدمی تھا کہ جب گھوڑے پر بیٹھتا تھا اور دونوں رانوں سے اُس کے پیٹ کو دَباتا تھا تو پسلیوں کو توڑ کر اُس کے پیٹ کو پھاڑ دیتا تھا۔ اتنی تو پوتے کی رانوں کی قوت تھی تو باپ کی کتنی ہوگی اور دادے کی کتنی ہوگی کہ وہ زیادہ Pollution Free Atmosphere (آلودگی سے پاک ماحول) میں پلا ہوا تھا۔ تو رُکانہ آیا اُس نے کہا کہ میں کشتی جانتا ہوں، میرے ساتھ آپ ﷺ کشتی لڑیں۔ اگر مجھ سے کشتی جیت گئے تو میں ایمان لے آؤں گا۔ کشتی کیلئے آگے بڑھا...... ایک ہی داؤ میں آپ ﷺ نے گرادیا۔ اُس نے کہا مجھے سمجھ نہیں آئی آپ ﷺ نے کیسے گرایا ہے؟ دوسرا راؤنڈ ہونا چاہیے، دوسرا ہوا پھر آپ ﷺ نے گرادیا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ ﷺ کیسے گرادیتے ہیں؟ تیسرا راؤنڈ کرو جی، تیسرا ہوا پھر آپ ﷺ نے گرادیا تو بڑا لاجواب ہوا اور آگے بڑھ کے اسلام قبول کرلیا۔

لوحِ محفوظ اور اُم الکتاب کے فیصلے:

فرمایا کہ لوحِ محفوظ میں جو فیصلہ ہوتا ہے وہ معلق ہوتا ہے کہ.... فیصلہ تو ایسا ہے لیکن ایسا ہوگیا تو فیصلہ ایسا نہیں ہوگا۔ عذاب آئے گا لیکن توبہ تائب ہوں گے تو عذاب نہیں آئے گا۔ اور دوسرا فیصلہ اُم الکتاب میں لکھا ہوتا ہے۔ .یمحو اللّٰہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب... اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جس کو چاہے باقی رکھتا ہے۔ اور یہ بات اُم الکتاب کی ہارڈ ڈسک میں ہوتی ہے جو کہ علمِ الٰہی ہے اس سے کوئی آگاہ نہیں ہے۔ اس لئے ایک تو استغفار بہت کرتے رہا کریں، عذاب کی چکی چل پڑی

ہے۔استغفار بہت کرتے رہیں۔ ہر وقت باوضو رہیں اور صبح وشام کی حفاظت کی دُعائیں پڑھتے رہیں۔عوامی اجتماعات کی جگھوں پر نہ جائیں اگر جائیں تو کثرت سے آیت الکرسی پڑھتے رہیں۔ وَلَا يَـؤُدُهٗ حِفۡظُهُمَا ...کواپنی حفاظت کے لئے خاص دھیان سے پڑھتے رہیں۔کثرت سے استغفار، باوضو رہنا اور اگر کسی جگہ مجبوری سے جانا پڑ رہا ہے تو وہاں آیۃ الکرسی کثرت سے پڑھتے رہیں۔اللہ سے ڈرتے رہیں اور اس کے حضور گڑگڑاتے رہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پاکستان کو کسی بھی دُشمن کے آگے ذلیل ہونے سے بچائے۔ کیونکہ یہ ناعاقبت اندیش لوگ اپنے پیروں پر خود کلہاڑا مار رہے ہیں۔جو کارستانیاں یہ کر رہے ہیں یہ خود کلہاڑا لے کر اپنے پیر پر مار رہے ہیں۔لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑانا ،فریاد کرنا اور توبہ تو ئب ہونا ہم کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ کچھ کے گڑگڑانے کو، کچھ کے استغفار کو، کچھ کی توبہ کو قبول فرمادیں گے اور سب کے چھوٹنے کے حالات ہو جائیں گے۔اس کے لیے ساتھی خوب فکر کریں اور کوشش کریں۔

جب ایک قوم دوسری قوم پر غالب آنا چاہتی ہے اس پر چھا جانا چاہتی ہے تو پہلے فوجی و عسکری قوت سے فتح کرنے کے بعد پھر اس کی تہذیب و ثقافت ،اس کی عادات و اطوار کو مٹانے کی کوشش کرتی ہے:

فرمایا کہ ہمیشہ کے لیے جب ایک قوم دوسری قوم پر غالب آنا چاہتی ہے اس پر چھا جانا چاہتی ہے تو پہلے فوجی وعسکری قوت سے فتح کرنے کے بعد پھر اس کی تہذیب و ثقافت ،اس کے عادات و اطوار کو مٹانے کی کوشش کرتی ہے۔پہلے فوجی غلبہ حاصل کرتے ہیں ہتھیار و اسلحے سے اور دوسرے درجے میں وہ چاہتے ہیں کہ ان کی تہذیب وثقافت، ان کے عادات واطوار ختم ہو جائیں ،اور جیسے ہم چاہتے ہیں ویسے یہ بھی ہو جائیں۔ برطانیہ نے

برصغیر کو فتح کیا اسلحے اور فوجی قوت سے کیونکہ ان کے پاس اسلحے کی برتری تھی ۔ اور آگے ایسے غیر معیاری لوگوں کے ہاتھوں میں اسلامی مملکت آئی ہوئی تھی کہ جو اپنے مفاد کے تحت استعمال ہو رہے تھے، مفاد پرست تھے ۔ اِدھر بے اتفاقی، مفاد پرستی اور اُدھر اسلحے کی برتری اور منظّم ہونا لہٰذا وہ غالب آگئے ۔ غالب آنے کے بعد دوسرے مرحلے میں انھوں نے یہ کوشش کی کہ اپنے پادریوں کو لا کر بڑی سطح پر تبلیغی کام کر کے یہاں کے مذہب یعنی دین کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی تا کہ اس کے نتیجے میں یہاں کی تہذیب و ثقافت اور عادات و اطوار ختم ہو جائیں اور اقتدار ہمارا دائمی اور Eternal ہو جائے ۔ جب ان کے پادری آئے اور یہاں کام کیا تو تھوڑے عرصے کے بعد ان کو اندازہ ہوا کہ نظریہ اور عقیدہ کو ایسے دلائل چاہیئے ہوتے ہیں جو کہ منطق و فلسفہ کو مطمئن کر سکیں اور جنہیں تاریخی حقائق کی بنیاد پر جھٹلایا نہ جا سکے ۔ تو ان کو اندازہ ہوا کہ ان کے پاس جو عیسائی مذہب ہے وہ عقل و دلیل کے لحاظ سے، فلسفہ اور منطق کے لحاظ سے کمزور ہے ۔ ان کے مقابلے میں ایک عامی مسلمان کھڑے ہو کر دلائل دیتا تھا اور ان کے بڑے بڑے پادریوں کو لاجواب کر دیتا تھا ۔ ان کا مذہب تاریخی حقائق کو بھی مطمئن نہیں کر رہا تھا ۔ جس کے نتیجے میں ان کو اندازہ ہوا کہ اس راستے سے ہم کامیاب نہیں ہو سکیں گے، ہم چھا نہیں سکیں گے ۔ اس میدان کو چھوڑ کر انھوں نے آہستہ آہستہ مشنری سکول کھولے ، مشنری ہسپتال کھولے اور خدمت خلق کی NGOs جیسے اِدارے جو آج کل آپ کے ہاں کام کر رہے ہیں چلائے ، تا کہ برصغیر والوں کو ممنونِ احسان کر کے، صحت کے لحاظ سے، تعلیم کے لحاظ سے، باقی ضروریات کے لحاظ سے، آہستہ آہستہ ان کے عادات و اطوار کو، تہذیب و ثقافت و تمدن کو، Civilization, Culture کو ختم

کر دیا جائے۔

ایک کام انہوں نے یہ کیا کہ انسان کا نفس گناہ سے اور فسق و فجور سے لطف اندوز ہونے کا جذبہ رکھتا ہے چنانچہ انہوں نے گناہوں کے اور فسق و فجور کے ایسے حالات گردو پیش میں پیدا کیئے کہ امتِ مسلمہ اُن میں پھنس جائے۔ پھر جب ان کا عالم اور مولوی اُن کو ترک کرنے کی ترغیب دے گا تو ان کے نفس کو مشکل لگے گی۔ اس طرح ان کے اور ان کے مذہب اور علماء کے درمیان ٹکراؤ پیدا ہوگا۔ یہ ٹکراؤ اگر پیدا ہو گیا تو ان کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دے گا۔ اس ہتھیار کو انہوں نے نوجوانوں پر اور عورتوں پر بہت آزمایا ہے۔

اسلام بفضلہٖ تعالیٰ ایسادِین ھے کہ کتنے ھی خراب حالات کیوں نہ آجائیں ،ھمیں اور آپ کو تسلّی ھونی چاھیے کہ ھمارا اور آپ کا مکمل خاتمہ کوئی نھیں کرسکے گا:

فرمایا کہ اسلام ایسا دِین ہے ہی نہیں کہ جس کا کوئی خاتمہ کر سکے۔ صحابہؓ کہتے ہیں ، ایک دفعہ حضور ﷺ نے بہت طویل سجدہ کیا۔ہمیں حیرت ہوئی اور آپ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے بہت طویل سجدہ فرمایا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تین دُعائیں مانگیں۔ایک دُعا یہ کہ یا اللہ! میری اُمت پر ایسا قحط مسلط نہ ہو کہ جس سے ان کا مکمل خاتمہ ہو جائے.... یہ دُعا قبول ہوگئی۔ پھر میں نے دُعا مانگی کہ یا اللہ! ان پر ایسا ظالم مسلط نہ ہو کہ جو اُن کا مکمل خاتمہ کر دے.... یہ دُعا بھی قبول ہوئی۔ پھر میں نے دُعا مانگی کہ یا اللہ! ان کے آپس میں اختلافات اور لڑائی جھگڑے نہ ہوں۔ عام طور پر آپ سنتے رہتے ہیں کہ یہ دُعا قبول نہیں ہوئی، ایسی بات

نہیں ہے، اس دُعا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا گیا۔ آپ کی دُعا کو اللہ پاک رَد نہیں فرما رہا بلکہ اس دُعا کے کرنے سے روک دیا گیا۔ اختلافات تو آپس کے آئیں گے۔ یہ تو بفضلہٖ تعالیٰ ایسا دِین ہے کہ کتنے ہی خراب حالات کیوں نہ آجائیں، ہمیں اور آپ کو تسلّی ہونی چاہیئے کہ ہمارا اور آپ کا مکمل خاتمہ کوئی نہیں کر سکے گا۔ اہلِ اسلام کا خاتمہ کوئی نہیں کر سکے گا خواہ کتنے ہی زیادہ حالات خراب نہ ہوں سوائے اس کے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا ہے کہ میں اس حبشی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں جو کہ اتنے لشکر کے ساتھ چڑھائی کرے گا کہ لشکر کا ایک سِرا جدہ میں ہوگا اور دوسرا سِرا اس کا بیت اللہ شریف کے پاس ہوگا اور بیت اللہ شریف کے ایک ایک پتھر کو اُکھاڑ کر منہدم کر دے گا۔ بس اب دُنیا کا خاتمہ ہوگا۔ اس سے پہلے کتنے ہی خراب حالات کیوں نہ آجائیں، کتنے ہی طاقتور بادشاہ، فرمانروا اور حکومتیں کیوں نہ آجائیں وہ اُمتِ مسلمہ کا مکمل خاتمہ نہیں کر سکیں گے۔

جب آدمی توحید و رسالت اور آخرت کے یقین کو خالص نیت کر کے اختیار کئے ہوئے ہو اور اس کے عملی ثبوت کے طور پر نماز پڑھ رہا ہو تو پھر وساوس اور خیالات سے قطعاً پریشان نہیں ہونا چاھئے:

فرمایا کہ اگر کسی کے اندر کِبر کا رذیلہ ہے تو اس کی اصلاح کے لئے بار بار اپنے گھٹیا ہونے کا دھیان کرنا اور دوسروں کے اپنے سے افضل ہونے کا دھیان کرنا، اپنے نفس کے جذبات اور خیالات کی بار بار مخالفت کرنا۔ ایک عرصۂ دراز تک یہ مشق کرتے رہنا آہستہ آہستہ نفس میں تواضع پیدا کرتا ہے۔

(باقی صفحہ آخر پر)

شاہ شہید اللہ فریدی رحمۃ اللہ علیہ

(سراج علی میاں خلیفہ حضرت شاہ شہید اللہ صاحب فریدیؒ)

شیخ المشائخ حضرت سید محمد ذوقی شاہ صاحبؒ کے خلیفۂ اجل حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ ۱۹۱۵ء میں لندن کے ایک تجارت پیشہ متمول گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم لندن میں حاصل کرنے کے بعد آکسفورڈ یونیورسٹی سے بی اے کی سند حاصل کی۔ آپ اوائل عمری سے ہی تلاشِ حق میں سرگرداں رہے۔ مختلف مذاہب کی کتابیں پڑھیں اور بالآخر سرخیلِ صوفیاء علی بن عثمان ہجویری حضرت داتا گنج بخشؒ کی معرکۃ الآرا تصنیف ''کشف المحجوب'' کا انگریزی ترجمہ زیرِ مطالعہ آیا۔ دلِ جویائے حق نے قدسی انوار سے روشنی پائی، تائیدِ ایزدی نے رہنمائی فرمائی اور اس طرح ۱۹۳۶ء میں آپ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جب آپ کا سینہ نورِ ایمانی سے منور ہوا اور رہبرِ کامل کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے حصولِ مقصد کے لئے ۱۹۳۷ء میں غیر منقسم ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ مختلف شہروں اور قصبوں میں جا کر متعدد بزرگوں سے ملے۔ غرض تلاشِ شیخ کے لئے آپ نے جستجو فرمائی۔ چونکہ عزم راسخ تھا، طلب میں صداقت تھی، امدادِ الٰہی نے دستگیری فرمائی۔ حیدرآباد، دکن پہنچے اور شیخ المشائخ حضرت سید محمد ذوقی شاہ صاحبؒ سے شرفِ نیاز حاصل ہوا۔ چند روز خدمتِ اقدس میں رہے۔ دل کو اطمینان ہوا کہ صحیح جگہ رسائی ہوئی۔ غرض مختصر مدت میں سعادت سے شرف یاب ہوئے۔ تقریباً چودہ سال اپنے پیرومرشدؒ کے دامنِ تربیت میں ریاضت اور مجاہدات کی زندگی گزاری اور تزکیہ، تصفیہ اور تجلیہ کے مراحل طے کرتے ہوئے تخلیہ کی لازوال نعمت سے سرفراز ہوئے۔

بر اہلِ استقامت فیض نازل می شود مظہر
نمی دانی تجلی گردِ کوہِ طور می گردد

ترجمہ: دلوں میں استقامت ہو تو ملتا فیض ہے مظہر

تو جانو گے تجلی گردِ کوہِ طور بنتی ہے

آپؒ نے ۱۹۵۱ء میں اپنے پیر و مرشدؒ کے ہمراہ حاضریٔ روضۂ رسول ﷺ اور حجِ بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کی۔ ۹ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ کو حضرت سید محمد ذوقی شاہ صاحبؒ میدانِ عرفات میں لبیک کہتے ہوئے واصلِ حق ہوئے اور جبلِ رحمت کے قریب سپردِ خاک کیے گئے۔

؎ اے خاکِ مکہ دلبرِ مارا عزیز دار
ایں آل مصطفیٰؐ ست کہ در بر گرفتہ ای

ترجمہ: خیال رکھنا زمینِ مکہ عزیز اپنا تمہارے اندر
نبی کی اولاد میں سے ہے یہ لحاظ رکھنا خیال رکھنا

آپؒ حج سے واپسی کے بعد اپنے برادرانِ سلسلہ کی رہبری میں مصروف ہوگئے اور ۱۹۵۵ء میں باقاعدہ مسندِ شیخ پر جلوہ افروز ہوئے اور گمراہوں کو ہدایت اور طالبانِ راہِ مولیٰ کی رہبری فرماتے رہے۔ آپؒ کے علمی اور روحانی فیوض سے کثیر تعداد میں مریدین، معتقدین اور منسلکینِ سلسلہ عالیہ چشتیہ مستفید ہوئے۔ آپؒ کا وصال ۶۳ سال کی عمر میں ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲۳ اگست ۱۹۷۸ء کو کراچی میں ہوا اور سخی حسن قبرستان میں آپؒ کا مزارِ پُر انوار طالبان حق کے لئے ایک چشمۂ فیضِ روحانی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

صفحہ ۴۱ سے آگے: ابلیس نے دریافت کیا کہ کیا وہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں۔ شیاطین نے جواب دیا ہاں ان کے دلوں میں دنیاوی مال و متاع کی محبت ہے۔ ابلیس نے کہا تب مجھے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ اگر وہ بت پرستی نہ کریں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں، میں صبح شام تین باتیں سکھلاؤں گا۔ ایک کسی کا مال ناحق لینا، دوسرے اسے بے موقع صرف کرنا، تیسرے اُن مواقع پر خرچ نہ کرنا جہاں کرنا واجب ہے۔ (از احیاء العلوم جلد سوم ص ۳۱۷)

اہلِ حدیث کی سرگرمیاں

(سمیع اللہ صاحب، پی ایچ ڈی ریاضی)

سہیل آباد جسے جبہ بھی کہتے ہیں، مشہور صوفی بزرگ اور عالمی شہرت یافتہ پشتو شاعر عبدالرحمٰن بابا کے مزار کے قریب واقع ہے۔اس علاقے میں غیر مقلدین (اہلِ حدیث) نے دینی سرگرمیاں شروع کر دیں۔توحید اور جہاد کو زور وشور سے بیان کر کے موافق فضا بنا لی۔ایک مقامی مخیّر شخص نے اپنے خرچ پر ایک مسجد بھی بنا کر دے دی اور افغانستان سے عبد القاہر نامی ایک اہلِ حدیث عالم کو اس مسجد کا امام مقرر کر کے تنخواہ جاری کر دی۔

عبدالقاہر نے جہاد کے مضمون پر نوجوانوں کو منظّم کرنا شروع کر دیا اور چھوٹی سطح پر بم دھماکوں کی تربیت بھی کر دی۔عبدالرحمٰن بابا کے مزار پر ایک دھماکہ ہوا، اِدھر اُدھر سی ڈی سنٹر بھی دھماکوں سے اُڑائے گئے۔ایک دن فوج نے علاقے کو گھیرے میں لے لیا۔کچھ لوگ گرفتار ہوئے لیکن عبدالقاہر فرار ہو کر افغانستان پہنچ گیا۔افغانستان میں وہ ایک تنظیم عبدالولی گروپ کے ساتھ مل گیا۔یہ گروپ اہلِ حدیث کے خلاف کام کرتا ہے۔ایک مقامی عالم شاہ صاحب کے قتل کا الزام بھی اسی گروپ پر ہے۔

عبدالولی گروپ میں شامل ہونے کے بعد مولوی عبدالقاہر پھر پاکستان کی طرف متوجہ ہوا۔جس محلے میں اسے مسجد بنا کر دی گئی تھی۔اسی محلے سے ایک مالدار آدمی حاجی احسان اللہ کو منتخب کیا اور اسے پیغام بھیجا کہ پانچ کروڑ روپے بھیج دے۔انکار پر عبدالقاہر نے دھماکہ کروا کے حاجی احسان اللہ کے حجرے کی دیوار گرا دی اور ساتھ پیغام بھیجا کہ دوسرا دھماکہ حاجی احسان اللہ پر ہوگا۔اس پر ڈر کر حاجی احسان اللہ کے بھتیجے نے جرگہ کروایا۔جرگے کا بڑا حاجی صاحب کا بھتیجا ہی تھا۔آخر اڑھائی کروڑ روپے میں حاجی صاحب کی جان بخشی ہوئی۔اس کے بعد عبدالقاہر کو پتہ چلا کہ حاجی احسان اللہ صاحب کا بھتیجا بھی پیسے والی بڑی آسامی ہے اور ایک پیغام حاجی احسان اللہ کے بھتیجے کو آیا کہ وہ بھی پانچ کروڑ کا شکرانہ بھیجے۔

فنا فی المال۔ ہائے پیسہ وائے پیسہ (قسط۔۹)

(ڈاکٹر فہیم شاہ صاحب، اسسٹنٹ پروفیسر آف میڈیسن، کوہاٹ میڈیکل کالج)

ہمارے ایک ساتھی کا بیان ہے کہ میں ایک جگہ سودا لینے کے لئے کھڑا تھا۔ میں نے دکان سے جو چیزیں ضرورت تھیں وہ لے لیں۔ اتنے میں ایک جاننے والے حاجی صاحب جو تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگاتے رہتے تھے اور پرانے ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے، میرے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ کچھ دکان سے چیزوں کی ضرورت ان کو بھی تھی۔ ساتھ چیزیں خریدنے کے وہ مجھے دین کی دعوت دینے لگے۔ دعوت دینے کے بعد اللہ کے راستے میں نکلنے کی ترغیب دی۔ میں ان کی بات سن کر جواباً کہا کہ حاجی صاحب کچھ اپنی نفس کی اصلاح بھی ضروری ہے اور وہ شخص بھی اللہ کے راستے میں شمار ہوتا ہے جو اپنی نفس کی اصلاح کے لئے مشائخ کی صحبت میں جائے۔ دین کے دعوت کے مختلف شعبے ہیں ان میں ایک آپ جانتے ہیں جبکہ باقی شعبوں کے متعلق آپ کی معلومات نہیں ہیں۔ اس لئے کبھی اس طرف بھی آپ توجہ دیں۔ اس کے ساتھ ایک اور آدمی تھا، اس نے اس حاجی صاحب سے کہا کہ آؤ چلتے ہیں یہ آدمی ہماری لائن کا نہیں ہے۔ مجھ سے وہ خفگی کے ساتھ رخصت ہوگئے۔ مجھے اس شخص کے گھریلو معاملات کا پتہ تھا۔ آج کل چونکہ دین ہم نے صرف نماز، روزہ اور تبلیغ میں نکلنا سمجھا ہوا ہے، اس لئے معاملات، اخلاقیات اور معاشرت میں آدمی کیسے استعمال ہو کہ وہ بھی دین میں فرائض، واجبات کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس کے بارے میں معلومات تک نہیں ہوتیں۔ عید کی نماز سے پہلے میں اپنے بچوں کے ساتھ عیدگاہ پہنچ گیا۔ اگلی صفوں میں چونکہ جگہ خالی تھی اس لئے مجھے جگہ مل گئی۔ ابھی نماز شروع ہونے میں وقت تھا کہ اچانک فائرنگ کی آواز عیدگاہ کے اندر محسوس ہوئی اور ساتھ لوگوں کے بھاگنے اور منتشر ہونے کی آواز سے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہی حاجی صاحب جس نے کچھ دن پہلے مجھے تبلیغ میں نکلنے کی ترغیب دی تھی خون میں لت پت مرا ہوا پڑا تھا۔ دو نوعمر لڑکوں نے، جو اس کے بھتیجے تھے، قریب آکر سر میں گولی مار کر فرار ہوگئے

تھے۔ یہ چونکہ دوزانو اپنی فکر میں بیٹھا ہوا تھا، اس لئے اس کو پتہ نہ چلا۔ ایک نے ایک طرف سے آ کر اور دوسرے نے دوسری طرف سے آ کر سر پر پستول رکھ کر گولیاں چلا دیں۔ جس کی وجہ سے سر سے گولیاں اندر ہو کے جبڑے کے نیچے سے نکل گئیں اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ٹھیک ایک سال پہلے اس حاجی صاحب نے اپنے بھتیجے کو جو چھوٹی عمر کا تھا (قاتلوں کا بھائی) مسجد میں قتل کر دیا تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اس حاجی صاحب نے جائیداد پر ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا اور اپنے بھتیجوں کو جو یتیم تھے دبایا ہوا تھا۔ جب ایک کو اس حاجی صاحب نے قتل کیا تو باقی یتیموں کو پیغام بھیجا تھا کہ اب آئندہ ان کی باری ہے اور آخر میں ان کی ماں کی۔ ایک ایک کو میں ختم کردوں گا لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اس حاجی صاحب کی اولاد بھی نہیں تھی۔ تبلیغ میں اوقات لگانے کا یہ حال تھا کہ اس رمضان میں ہی تین سہ روزے لگا چکا تھا۔ بہت ہی فعال رکن تھا۔ جماعت میں لوگوں کو نکالنے کا فن سیکھا ہوا تھا۔ لیکن دوسری طرف ناحق جائیداد پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اپنا حق، حق والے کو دینا یہ بھی فرض دین ہے اس کی سمجھ حاجی صاحب کو نہیں تھی۔ بہرحال اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ یتیم کا مال کھانے والے اس حال میں قبروں سے اٹھائے جائینگے کہ ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے۔ (ابو یعلیٰ از اسوہ رسول اکرم ﷺ) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا' جو شخص یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے اور محض اللہ ہی کے لئے پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ آیا ہے اتنی ہی نیکیاں اس کو ملیں گی اور جو شخص یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ احسان کرے جو اس کے پاس رہتا ہو تو میں اور وہ جنت میں اس طرح رہیں گے جیسے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی پاس پاس ہیں (بہشتی زیور) حضرت ابو درداء ؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کرنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تمہاری یہ ضرورت پوری ہو جائے؟ تم یتیم پر شفقت کیا کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور اپنے کھانے میں اسے کھلایا کرو اس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے

گی ۔(حیاۃ الصحابہ حصہ دوم ۶۳۹) دینی تحریکات میں چلنے والے لوگ دین صرف تحریک کو سمجھنے لگتے ہیں ۔ ہمارے حضرت صاحب نے ایک بیان میں فرمایا کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگانا تحریکی بننے کے لئے نہیں بلکہ متقی بننے کے لئے ہے اور نکلنا اور نکالنا مقصد نہیں بلکہ خود اللہ کا بننا اور دوسروں کو اللہ کا بننے کی ترغیب دینا مقصد ہے ۔اس لئے کہ اگر اللہ کے راستے میں نکل کر مسجد کے ماحول میں رہ کر اگر کوئی متقی نہ بنا اگرچہ اس کی وجہ سے سو آدمی متقی بن بھی چکے ہوں اس کو تو کوئی فائدہ نہیں ہوا ۔اس لئے بعض آدمی تو نکلنے نکالنے کا فن سیکھ لیتے ہیں جبکہ دوسرے تقویٰ سیکھ لیتے ہیں ۔کامل وہ ہے جو نکلنے نکالنے کا فن سیکھنے کے ساتھ ساتھ تقویٰ بھی سیکھے ۔آج کل چونکہ نکالنے اور نکلنے پر زور دیا جاتا ہے اس لئے اس تحریک میں نئے اور پرانے ساتھیوں کے مزاج میں دین کا سارا خاکہ ہی یہی چھا گیا ہے اور اگر کوئی اور سلاسل حق کی بات ان کے سامنے کرے بھی تو شدید مخالفت پر اتر آتے ہیں ۔مولانا الیاس ؒ نے یہ تحریک ایمان بنانے اور اپنی تربیت کروانے کے لئے شروع کی تھی تاکہ بنیادی باتوں کی معلومات اور ظاہری ڈھانچہ کی تبدیلی کے بعد وہ مشائخ کی صحبت اختیار کر کے اپنی اصلاح کرواسکیں اور علمائے کرام سے مسائل پوچھ پوچھ کر زندگی گزاریں ۔اللہ ہی ہمیں سمجھ عطا فرمائیں ۔انسان کی پرکھ اس کے عقائد ،عبادات کے بعد معاملات ،اخلاقیات اور معاشرت کے شعبے میں ہوتی ہے ۔ اور اصلی نتیجہ انہی تین شعبوں میں نکلتا ہے ۔یعنی عقائد اور عبادات کی جانچ ان بقیہ شعبوں میں ہوتی ہے ۔

ایک حاجی صاحب میرے ساتھ سفر کر رہے تھے ۔ داڑھی سنت کے مطابق ،سفید ریش تھے لیکن کچھ کچھ بال ابھی کالے بھی تھے ۔ دورانِ سفر کسی کا ٹیلیفون آیا اور انجکشن کے بارے میں کچھ گفتگو کر کے ٹیلیفون بند کر دیا ۔ٹیلیفون پر وہ کہہ رہا تھا کہ آپ کا انجکشن تو کام کرتا نہیں ہے، قیمت بھی زیادہ ہے، پتا نہیں اس میں کیا ڈالا گیا ہے، لیکن آپ کے کہنے پر میں اس انجکشن کو چلا دوں گا، آپ فکر نہ کریں ۔بس ایک کاٹن فی الحال انجکشن کا بھجوا دیں ۔ باقی بعد میں

دیکھیں گے۔ میں نے اس کی گفتگو سن کر دل پر بوجھ کی کیفیت محسوس کی۔ حج کو دیکھو، نماز، روزہ کو دیکھو اور کبھی نماز میں رونے کو دیکھو (ایک دفعہ میرے ساتھ دورانِ نماز رو رہا تھا) اور کاروبار میں کمیشن پر چلائے جانے والے انجکشن کو دیکھو۔ میں نے کہا حاجی صاحب بڑی زیادتی ہے کہ آپ جانتے ہوئے یہ انجکشن مارکیٹ میں چلانے کا کہہ رہے ہیں، حالانکہ آپ انکار بھی کر سکتے تھے۔ اس نے جواباً کہا دنیا ایسے نہیں چلتی۔ دنیا کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں کسی کو خفا بھی تو نہیں کر سکتے۔ لوگ اپنا کام کریں۔ کاروبار میں سب باتیں جائز ہیں۔ اس کی باتیں سن کر اور حیرت ہوئی۔ حج کئے ہوئے کچھ عرصہ ہی ہوا تھا۔ اس کی بات پر مجھے حضرت کی بیان کردہ بات یاد آئی کہ عرفات کے دن حج میں پہلے کئے ہوئے گناہ معاف ہوتے ہیں، دل کی گندگی صاف نہیں ہوتی۔ دل جیسا گندہ تھا اور رذائل سے بھرا ہوا تھا اسی طرح لوٹ کر آتا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہوتا ہے کہ حجرِ اسود کے سامنے جس گندے دل کے ساتھ جانا ہوتا ہے اس پر مہر ضرور لگ جاتی ہے۔ اس لئے مشائخ فرماتے ہیں کہ انسان حج اور عمرہ پر جانے سے پہلے اپنی روح کو غسل دلوائے تاکہ اندر کی بیماریوں سے پاک ہو کر جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں 'یوم لا تنفع مال ولا بنون الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم' (قیامت کا دن ایسا دن ہے کہ جس دن کسی کے بیٹے اور مال کام نہیں آئیں گے ہاں کام اگر کوئی چیز آئی گی تو وہ بیماری سے پاک دل ہے) سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے آئیں گے کہ ان کے اعمال وادی تہامہ کے پہاڑوں جیسے ہوں گے۔ انہیں دوزخ میں لے جانے کا حکم ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ نماز پڑھنے والے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہ نماز پڑھتے تھے اور روزہ رکھتے تھے اور رات کا کچھ حصہ بھی جاگ کر گزارتے تھے۔ لیکن ان میں یہ بات تھی کہ جب ان کے سامنے دنیا کی کوئی چیز پیش کی جاتی تھی تو وہ اس پر کود پڑتے تھے۔ (ابو نعیم فی الحلیہ، سالم مولی بن حذیفہؓ از احیاء العلوم جلد سوم ص ۳۱۰)

حدیث شریف میں ہے۔ عرض کیا گیا! یا رسول اللہ! بہترین آدمی کون ہے؟ فرمایا ہر وہ مؤمن

جو مخموم القلب ہو۔ عرض کیا گیا مخموم القلب کسے کہتے ہیں؟ فرمایا کہ ایسا متقی اور صاف ستھرا ہو کہ نہ اس میں کھوٹے پن کا میل ہو نہ سرکشی ہو، نہ خیانت، فریب اور حسد ہو۔

(ابن ماجہ عبداللہ ابن عمرؓ۔ از احیاء العلوم جلد سوم ص ۳۲)

میرے ساتھ ایک ڈاکٹر صاحب کی سلام دعا تھی۔ کبھی کبھی نماز میں ملاقات ہو جاتی۔ حال حقیقت پوچھ لیتے۔ اس کے بیٹے بڑے تھے۔ ایک دفعہ میں نے پوچھا کہ بڑا بیٹا آج کل کیا کر رہا ہے۔ چونکہ میں اس کے بیٹے کو دوائیوں کی دکانوں کی طرف آتے جاتے دیکھتا رہتا تھا اس لئے غالب گمان تھا کہ یہ کسی دوائی کے سلسلے میں کاروبار کر رہا ہے۔ اس ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آج کل وہ ایک انجکشن خرید اور بیچ رہا ہے جس میں معقول آمدنی ہو جاتی ہے۔ اس انجکشن کا نام میں نے پوچھا تو وہ ایسا انجکشن تھا جس کے بنانے پر خرچہ کم آتا تھا اُس کو بیچنے کے لئے کمپنی ڈاکٹر کو رشوت دیتی ہے۔ اس بنا پر مارکیٹ میں مہنگے داموں بکتا ہے۔ ایک دفعہ اس ڈاکٹر صاحب کی ڈیوٹی میرے ساتھ وارڈ میں آ گئی۔ دفتر بھی اکٹھا تھا۔ ایک دفعہ میری غیر موجودگی میں اس ڈاکٹر صاحب نے ایک مریض کو کمیشن والے تین انجکشن لکھے اور دفتر میں ہی لگا دیئے۔ میں واپس دفتر آیا تو وہ انجکشن لگانے سے فارغ ہو چکا تھا۔ اس نے جلدی سے انجکشن کی خالی شیشیاں نیچے سے اٹھا کر اپنے جیب میں ڈال دیں۔ اور مریض کو رخصت کر کے خود بھی کسی کام کا کہہ کر جانے لگا۔ میں نے اسے روک کر کہا کہ ڈاکٹر صاحب یہ انجکشن کل قیامت کے دن سانپ بن کر مجھے اور آپ کو ڈسے گا۔ یہ مریض کوئی کھلونا نہیں ہے کہ اس کے ساتھ ہم کھیل تماشا کرتے ہیں۔ یہ زیادتیاں مریضوں کے ساتھ یہاں پر نہ کریں۔ یہ باتیں سن کر اس میں رکنے کی ہمت نہ ہوئی اور چلا گیا۔ بعد میں اس نے ادھر سے اپنی ڈیوٹی بدلوا کر کہیں اور لگا دی۔ یہ ڈاکٹر صاحب پانچ وقت کا نمازی ہے کوئی نماز قضا نہیں ہوتی۔ روزے سارے رکھتا ہے لیکن ایمان کی سطح اس حد تک گری ہوئی ہے کہ پیسے کی خاطر دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ ظلم کا معاملہ کر رہا ہے۔ ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کچھ حقوق ہیں۔ امام غزالیؒ نے

انہیں مفصل جلد دوم میں ذکر کیا ہے۔ تکلیف میں مبتلا شخص کو جب کہ وہ اندھا اعتماد کر کے ڈاکٹر کے پاس آتا ہے، اندھیرے میں رکھ کر اس کا خون چوسنا تو بہت ہی بڑا ظلم ہے۔ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ وہ سلوک کیا جاتا ہے جو ظاہراً ہم اپنے لئے پسند نہیں کریں گے۔ حدیث شریف میں ہے۔ 'تم میں سے کوئی اس وقت تک (حقیقی) مؤمن نہیں ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (از احیاء العلوم جلد دوم ص ۳۲۸) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے 'جو شخص تم پر اعتماد کرے اسے دھوکا دینا حرام ہے' (طبرانی، ابوامامہ، بیہقی۔ جابرؓ)

میں ایک جگہ کلینک کرتا تھا۔ ابتدائی دن تھے، مختلف لیبارٹری والے اپنے تعارفی پیغامات بھیجتے رہتے تھے۔ جس مزاج کا ڈاکٹر ہوتا ہے اسی مزاج کے پیغامات آتے ہیں۔ یعنی ظاہری دینداری کو دیکھ کر مریض کے ساتھ ہمدردی کے بول اس طرح بولتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس ٹیسٹ بھجوائیں گے تو ہم مریض کے ساتھ کچھ رعایت کریں گے۔ ظاہری دنیاداری ہو تو خفیہ پیغام ڈاکٹر کے نام یوں آئے گا کہ اس میں کچھ آپ کا کمیشن بھی ہوگا۔ انشاء اللہ آپ کو ہم خوش کرتے رہیں گے وغیرہ۔ ایک لیبارٹری والے نے میرے پاس مریض کے ساتھ رعایت کا پیغام بھجوایا۔ اپنی لیبارٹری کی تعریف بھی کی۔ ایک مریض، جس کی علامات چھاتی میں تپ دق کی معلوم ہوتی تھیں اور ساتھ خون کی کمی کی بھی، کو میں نے خون کا ٹیسٹ لکھا کہ فلاں لیبارٹری والے کے پاس جائیں وہ کر دے گا۔ اس ٹیسٹ میں تقریباً ایک گھنٹہ لگتا تھا۔ وہ مریض پندرہ منٹ کے اندر واپس آ گیا۔ میں نے کہا آپ تو بہت جلد آ گئے۔ اس مریض نے کہا کہ مجھ سے خون لے کر تھوڑی دیر بعد نتیجہ دے دیا جو لے کر میں آ گیا۔ آپ ایکسرے اور ٹیسٹ دیکھ کر مجھے دوائی لکھ دیں۔ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق دوائی لکھ دی اور ساتھ ایک علیحدہ کاغذ پر اس لیبارٹری والے کے نام رقعہ لکھ کر اس مریض سے کہا کہ یہ اس لیبارٹری والے کو دیتے جائیں۔ وہ رقعہ لے کر چلا گیا۔ کچھ دیر گزری تو لیبارٹری والا میری کلینک کے باہر

کھڑا تھا اور اندر آنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ میں نے ملنے سے انکار کر کے اس کو رخصت کر دیا۔ بعد میں کسی اور کے ذریعے معافی مانگی کہ اس ٹیسٹ میں مجھ سے غلطی ہو گئی تھی، مجھے خیال نہ ہوا اس لئے نتیجہ جلدی لکھا گیا۔ اس رقعہ میں مسلمان بھائی کیساتھ دھوکا دہی کا حرام ہونا اور آئندہ میری طرف سے کوئی ٹیسٹ نہ آنے کی خوشخبری لکھی تھی اور اس لکھے گئے ٹیسٹ کے متعلق ہدایت تھی کہ یہ ٹیسٹ اتنے وقت میں ہونا تھا اور آپ نے پیسے لے کر جلد مریض کو فارغ کر دیا۔ لیبارٹری کے کھولنے سے پہلے مکمل لیبارٹری کے ٹیسٹوں میں مہارت حاصل کرنی ہوتی ہے۔ انسان معاشی نقصان سے زیادہ گھبراتا ہے۔ چونکہ ہماری نگاہ پیسے اور انسان پر ہوتی ہے ،اس لئے ہمیں ان کی ناراضگی سے نقصان ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ انسان سے امیدیں وابستہ کرنا اور ظاہری اسباب سے سب کچھ ہونے کا یقین ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ اللہ کو حاضر ناظر جان کر تجارت کا پیشہ اختیار کرے اور ساتھ مسلمان کی خیر خواہی کا جذبہ رکھے۔ ورنہ اس باطنی نجاست اور عملی شرک میں مبتلا رہے گا۔ آج کل لیبارٹری والے بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہے ہیں۔ یہ اللہ کے بندے تھوڑی سے رش سے نجات حاصل کرنے کے لئے بغیر ٹیسٹ کئے ہوئے رپورٹ لکھ دیتے ہیں۔ ایک لیبارٹری والے نے کہا کہ ہسپتال میں چونکہ رش زیادہ ہوتا ہے اس لئے وارڈ والے ٹیسٹوں پر ہم دھیان نہیں دیتے اور سارے ٹیسٹ خود ہی تیاری کے مراحل سے گزر کر آپ کے پاس واپس پہنچ جاتے ہیں۔ آپ ان پر زیادہ توجہ نہ دیں۔ جس پر شک ہو وہ علیحدہ کر کے بھجوایا کریں اور اپنا نام لکھیں تاکہ ہم اس ٹیسٹ کو صحیح کریں۔ ایک دفعہ ایک بیمار ہسپتال میں جھٹکے کے ساتھ داخل ہوا۔ ظاہری علامات اس کی گردے کی بیماری کی تھیں لیکن چونکہ پہلی دفعہ داخلہ ہوا تھا اس لئے ہم نے کچھ ٹیسٹ کرائے۔ جس میں گردے کے ٹیسٹ صاف نکلے لیکن S.Calcium خون کا کیلشئیم بہت کم آیا۔ عمر اس بیمار کی پچیس سال کے لگ بھگ تھی۔ اس کے جھٹکے مرگی کے مرض کی وجہ سے نہیں تھے۔ اپنی طرف سے علاج کیا لیکن مریض کو افاقہ نہ ہوا۔ ہم نے مزید ٹیسٹ کروانے کا کہا تو مریض کے رشتہ داروں سے صبر نہ ہو

سکا اور وہ اس کو داخلے کے اٹھارہ گھنٹے بعد پشاور لے گئے۔ لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں داخل کیا۔ چوبیس گھنٹے گزارنے کے بعد وہ مطمئن نہ ہوئے تو اس کو پشاور سی۔ ایم۔ اچ لے گئے۔ وہاں پر اس کے ٹیسٹ دوبارہ ہوئے۔ لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے ابتدائی ٹیسٹ بھی صاف تھے لیکن مریض کے ساتھ والے لوگ جلد باز تھے۔ اس لئے اس کو وہاں سے منتقل کر دیا۔ سی ایم اچ میں گردے کی بیماری تشخیص ہوئی کہ اس کے جھٹکے گردے کی بیماری کی وجہ سے ہو رہے تھے۔ اس بیمار کے رشتہ داروں میں میرا ایک جاننے والا بھی تھا۔ اس نے واپسی پر مجھ سے گلہ کیا کہ یہ بیماری آپ نے کیوں نہیں تشخیص کی؟ میرے پاس وارڈ میں چونکہ ریکارڈ موجود تھا اس لئے میں اس مریض کے کاغذ اس کے سامنے کر دیئے اور ساتھ لگے لیبارٹری کے ٹیسٹ جس میں گردہ کے متعلق ٹیسٹ شامل تھے، دکھائے۔ میں نے کہا کہ ہم نے اس بیماری کے متعلق بھی سوچا تھا لیکن چونکہ ٹیسٹوں کی بنیاد پر ہم دوسری بیماری کا سوچ رہے تھے۔ دوسرا آپ لوگوں نے جانے میں جلدی کی۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا بیمار کے لئے اچھا ہی ہوا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر تھی۔ یہ گردے کے ٹیسٹ جو ہماری لیبارٹری میں ہوئے تھے، وہ لیبارٹری والوں نے بالکل ٹھیک بھیجے ہوئے تھے جب لیبارٹری والے اس طرح دھوکہ کریں تو ڈاکٹر کیا کرے۔ اس کو مطمئن کر کے رخصت کر دیا۔ اپنی لیبارٹری والے کو بلا کر میں نے سمجھایا کہ دیکھو آپ کے غلط نتائج کی وجہ سے ہمارے ہسپتال کی کتنی بدنامی ہوئی۔ برائے مہربانی ٹیسٹ ٹھیک کرنے کی کوشش کریں۔

میں ڈبگری گارڈن میں ایک مریض کے ساتھ ایک ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا۔ اس نے میری خاطر مریض کا اچھی طرح معائنہ کر کے چند ٹیسٹ لکھ دیئے تاکہ مریض کے لئے اگلا قدم لینے میں آسانی ہو۔ میں مریض کو لے کر لیبارٹری والے کے پاس گیا۔ بغیر اپنا تعارف کرائے لکھے گئے ٹیسٹ کرنے کا کہا۔ انہوں نے خون لے کر ہمیں ایک گھنٹہ بعد آنے کہا۔ اس پر اتنی رش نہیں تھی۔ لیبارٹری کے اندر کا ماحول با آسانی میں دیکھ سکتا تھا۔ ان لیباٹری والوں کو

تو میں نے کچھ نہیں کہا لیکن ایک طرف سے چکر کاٹ دوسری طرف جا کر بیٹھ گیا۔ کام باقی کوئی تھا نہیں اس لئے صرف ان ٹسٹوں کا انتظار تھا۔ لیباٹری والے اپنے کام میں مصروف تھے۔ اس لئے میری طرف اُن کا دھیان نہیں تھا۔ میرے بیمار سے لیا ہوا خون جوں کا توں پڑا رہا۔ چالیس منٹ گزرنے پر میں نے پھر پہلی والی جگہ پر جا کے پوچھا کہ میرے ٹیسٹوں کا کیا بنا؟ ایک لیبارٹری والا کہنے لگا کہ بس چند منٹ انتظار کریں، پرنٹ باقی ہے، ٹیسٹ ہو گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد میرے سامنے ہی کمپیوٹر سے پرنٹ نکال کر مجھے دے دیا۔ میں نے ایک نظر ان ٹیسٹوں پر ڈالی اور ایک نظر اپنے مریض کے پڑے ہوئے خون پر ڈالی تو مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے اپنا تعارف کرا کے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں لیبارٹری کے اندر آ جاؤں۔ اس کی اجازت سے میں اندر گیا اور اپنا خون اٹھا کر کہا اس کو تو آپ نے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور ٹیسٹ کے نتیجے مجھے بغیر کئے پکڑا دیئے۔ یہ ظلم اور اندھیر نگری آپ لوگوں کو زیبا نہیں۔ یہ تو میرے ساتھ آپ نے کیا ہے۔ نجانے کتنوں کے ساتھ آپ ایسا معاملہ کر چکے ہوں گے۔ پیسے تو آپ کو صرف پرنٹ کرنے کے اور کاغذ کے میں دے سکتا ہوں۔ باقی میں جا کر ابھی اس ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیتا ہوں کہ یہ لیبارٹری والے جس کے پاس آپ مریض بھجوا رہے ہیں، کیسے ظالم بھیڑیئے ہیں۔ میری باتیں سن کر اس نے منتیں شروع کر دیں۔ میں اس کے حال پر اس کو چھوڑ کر اپنا خون اٹھا کر وہاں سے نکل گیا۔ دوسری جگہ سے ٹیسٹ کروائے اور ڈاکٹر صاحب کو ساری تفصیل سنا کر میں اس جگہ سے رخصت ہو گیا۔ یہ آج کل حال ہے مسلمان کا۔ اپنا ہی چہرہ ہے جو معاشرے میں عکس کی شکل میں نظر آتا ہے۔ ان سے کوئی سوال کرے کہ یہ سب آپ کیوں کرتے ہیں تو یہی کہیں گے کہ اپنے بچوں کے لئے روزی کما رہے ہیں۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں اور ناحق مال کماتے ہیں۔ حضرت ابو امامہ الباہلی ؓ روایت کرتے ہیں 'جب سرکار دو عالم ﷺ مبعوث ہوئے تو ابلیس کے پاس اس کے چیلے آئے اور کہنے لگے کہ ایک نئے نبی مبعوث ہوئے ہیں اور ایک نئی امت ظہور میں آئی ہے۔ (باقی صفحہ ۳۱ پر)

ایک خط

(مولانا حافظ محمد طاہر شاہ صاحب، لوند خوڑ)

مکرمی ومحترمی جناب

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام کے بعد عرض یہ ہے کہ ایک دن جماعت اسلامی کا ایک آدمی ملنے کے لئے آیا اور کہا کہ گستاخی رسول ﷺ کے سلسلے میں جمعے کے دن نماز کے بعد بازار میں احتجاجی جلسے کا اعلان کریں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر اس نے کہا کہ آپ جمعہ کی تقریر میں فلاں فلاں باتیں کریں۔ میں بہت دیر تک اس کی باتوں کو سنتا رہا۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ تم اپنے مہمانوں کو پیپسی پلاتے ہو؟۔ تو اس نے کہا ہاں پلاتا ہوں۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم اپنے موبائل میں کونسی کمپنی کا سم استعمال کرتے ہو؟۔ تو اس نے کہا کہ ٹیلی نار کمپنی کا۔ تو میں نے ان کو سمجھایا کہ خود تو یہودیوں کے چیزوں کو خرید کر ان کو چندہ دیتے ہو اور پھر احتجاج کرتے ہو، عجیب بات ہے ایک طرف اپنے دین سے محبت کرتے ہو اور دوسری طرف گستاخانِ رسول یعنی یہودیوں کو چندہ دیتے ہو۔ میں نے ان کو خوب سمجھایا۔ پھر میں نے احتجاجاً ایک مضمون تیار کیا جس میں یہودیوں کے مصنوعات کا ذکر کیا اور فوٹوسٹیٹ کر کے لوند خوڑ بازار میں تقسیم کیا۔ مسجدوں میں بھی لگایا اور ہر مسجد کے پیش امام سے کہا کہ اس پر تقریر کریں۔ احتجاج میں جب اعلان ہوا کہ امریکہ اور یہودیوں کی مصنوعات سے بائیکاٹ کریں۔ تو لوگوں نے پوچھا کہ کون کونسی مصنوعات ہیں؟ تو ایک آدمی نے ہمارے مضمون سے ان تمام اشیاء کا ذکر کیا۔ پھر اس مضمون کی پانچ ہزار کاپیاں کر کے گاؤں لوند خوڑ اور مضافات کی مسجدوں، سکولوں اور کالجوں میں تقسیم کیں اور جگہ جگہ لگائیں۔ لوند خوڑ کے علاوہ عبدالولی خان یونیورسٹی مردان، کامرس کالج مردان اور تخت بھائی اور

شیر گڑھ کے کالجوں کو بھی یہ مضمون ارسال کیا۔شیر گڑھ میں علاقے کا سب سے بڑا دینی مدرسہ ہے۔ جب یہ مضمون مدرسہ کے شیخ الحدیث کو ملا تو اس نے اس پر دو دن تقاریر کیں اور کہا کہ ہمیں ان چیزوں کا اس سے پہلے علم نہیں تھا۔شیر گڑھ مدرسے کے جو طلبہ علاقے کی مسجدوں میں پیش امام تھے،ان کو بھی یہ مضمون حوالے کیا اور کہا کہ اس پر تقاریر کریں اور اپنے مسجدوں میں لگائیں۔ کچھ عارف سہیل کو بھی دیئے کہ پشاور میں تقسیم کریں۔ کچھ دنوں بعد میں نے ایک دکاندار سے پوچھا کہ پہلے ٹیلی نار کا ایزی لوڈ کتنا تھا اور آج کل کتنا ہے۔اس نے کہا کہ پہلے تقریباً تیس ہزار تھا اور آج کل تقریباً بارہ ہزار ہے۔مردوں کے علاوہ عورتوں نے بھی اپنا کردار ادا کیا۔ جن کو یہ مضمون ملا ،انہوں نے اپنے گھروں ،رشتہ داروں اور متعلقین میں بہت مؤثر کام کیا۔جگہ جگہ تقریروں میں، میں نے لوگوں کو بتایا کہ کوئی غربت کی وجہ سے اگر سم تبدیل نہیں کر سکتا تو میں بھی غریب ہوں لیکن اپنے نبی ﷺ پر غیرت کرتا ہوں اور یہ اعلان کرتا ہوں کہ دوسرے کمپنی کی موبائل سم خرید کر پیسے مجھ سے لیں۔اس پر لوگوں نے بہت سے ٹیلی نار کمپنی کے سمیں ضائع کیں۔ جب سے میں سلسلے میں بیعت ہوا ہوں، میرے اندر ایک عجیب سی غیرتِ ایمانی پیدا ہوئی ہے۔ میں آپ کے لئے ہر وقت دعا کرتا ہوں کیونکہ آپ حضرات ہی کی وجہ سے میرے اندر یہ ایمانی جذبہ وغیرت پیدا ہوئی ہے۔اس کے علاوہ جب میں مدارس میں حفاظِ کرام کو پڑھانے والے قاریوں کو دیکھتا ہوں تو دل میں یہ تمنا پیدا ہوتی ہے کہ کاش میں بھی ایسے حفاظ کو تیار کروں۔جس کے لئے آپ حضرات سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔خط میں اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو اس کی معافی چاہتا ہوں۔

والسلام

طالبِ دعا

محمد طاہر شاہ

لوندخوڑ

نفس کی توبیخ و عتاب

(امام ابوحامد محمد الغزالی کی معرکۃ الآراء تصنیف احیاء العلوم سے انتخاب؛ جلد۴ ص ۶۷۵)

واضح ہو کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اس کا نفس ہے جو پہلو میں بیٹھا ہوا دشمن ہے وہ بدی کا امر کرتا ہے اور مائل بہ شر پیدا ہوا ہے خیر سے بھاگتا رہتا ہے اور آدمی کو اس (نفس) کے تزکیہ اور راہِ راست پر رکھنے اور زبردستی خدائے تعالیٰ کی عبادت پر آمادہ کرنے اور شہوات سے روکنے اور لذات سے علیحدہ رکھنے کا حکم ہوا ہے۔ پس اگر آدمی اس کی خبر نہ لے تو سرکشی کر کے بھاگ جاتا ہے اور پھر ہاتھ نہیں آتا اور اگر ہمیشہ ڈانٹ اور عتاب اور ملامت کرتا ہے تو وہی نفس پھر نفسِ لوامہ ہو جاتا ہے جس کی قسم خدائے تعالیٰ نے کھائی ہے اور توقع ہے کہ رفتہ رفتہ نفس مطمئنہ ہو جاوے جسے یہ دعوت دی گئی ہے کہ وہ اللہ کے مخلص بندوں کے زمرے میں شامل ہو جائے اس طرح کہ وہ خود بھی اللہ سے راضی ہو اور اللہ بھی اس سے راضی ہو۔ اس لئے آدمی پر لازم ہے کہ کسی وقت اس کی نصیحت اور عتاب سے غافل نہ رہے اور دوسرے کو نصیحت تب کرے جب اول اپنے نفس کو کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابن مریمؑ تو اپنے نفس کو نصیحت کر اگر وہ نصیحت مان جاوے تو پھر لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے شرم کر اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'و ذکر فان الذکرا تنفع المؤمنین' (اور سمجھاتا رہ کہ سمجھانا کام آوے ایمان والوں کو) اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر اس کی بے وقوفی، غباوت اور نادانی ثابت کر دے کہ ہمیشہ اپنی دانائی اور ہدایت کو زیادہ سمجھتا ہے اور اگر اس کو احمق کہہ دے تو بہت ہی برا مانتا ہے پس اس سے یوں کہنا چاہیئے کہ اے نفس تو کتنا بڑا جاہل ہے تُو تو کہتا کہ میں حکمت اور ذکاء اور دانائی میں پکا ہوں مگر تیرے برابر بیوقوف اور کم فہم کوئی نہیں، کیا تو نہیں جانتا کہ جنت اور دوزخ تیرے سامنے ہیں اور ان میں سے ایک میں تو عنقریب جاوے گا، پھر تجھے کیا ہوا ہے کہ خوش ہوتا ہے اور ہنستا ہے اور کھیل میں مشغول رہتا ہے حالانکہ تجھ سے یہ بڑا کام لیا جانا ہے کہ شاید آج یا کل تجھ کو موت آجاوے اور جس کو دور سمجھتا ہے خدا کے نزدیک وہ قریب ہے کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ جو آنے والی چیز ہوتی ہے، وہ قریب ہی ہوتی ہے۔ بعید وہ ہے جو آنے کی نہیں۔ کیا تو یہ

نہیں جانتا کہ موت جب آتی ہے تو یکا یک آتی ہے۔ نہ کوئی اس کے پہلے قاصد آوے نہ کچھ وعدہ اور پیام ہو اور نہ یہ کہ گرمی میں آوے اور جاڑے میں نہ آوے یا جاڑے میں آوے گرمی میں نہ آوے، دن کو آوے رات کو نہ آوے یا رات کو آوے دن کو نہ آوے، یا لڑکپن میں آوے جوانی میں نہ آوے یا جوانی میں آوے لڑکپن میں نہ آوے، بلکہ ہر ایک سانس میں ناگاہ موت کا آنا ممکن ہے۔ اور اگر موت دفعۃً نہ ہو تو مرض تو دفعۃً ہوتا ہے جو موت پر پہنچا دیتا ہے۔ پس نہ معلوم تجھے کیا ہوا ہے کہ باوجود موت اتنی نزدیک ہے اس کی تیاری نہیں کرتا۔ کیا تو اس آیت کو نہیں سمجھتا؟ **اقترب للناس حسابھم و ھم فی غفلۃ معرضون مایأتیھم من ذکر ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون لا ھیۃ قلوبھم**' (نزدیک آ لگا لوگوں کو ان کے حساب کا وقت اور وہ بے خبر ٹلاتے ہیں۔ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس کوئی تازہ نصیحت آتی ہے تو اس کو اس طور سنتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہنسی کرتے ہیں، ان کے دل متوجہ نہیں ہوتے) اگر تو خدائے تعالیٰ کی نافرمانی پر اس لئے جرأت کرتا ہے کہ تیرے اعتقاد میں ہے کہ خدائے تعالیٰ تجھ کو نہیں دیکھتا تو تُو بڑا کافر ہے اور اگر خدائے تعالیٰ کو اپنے اوپر مطلع سمجھتا ہے تو تُو سخت بے حیا ہے۔ اگر تیرے سامنے کوئی تیرا غلام بلکہ تیرا بھائی کوئی ایسی بات کرے جو تجھ کو بری معلوم ہو تو تو کتنا ناک منہ چڑھاوے اور غصہ کھاوے۔ پھر کونسی جرأت سے تو خدائے تعالیٰ کے غصے اور اس کے عذاب وعقاب سے نہیں ڈرتا۔ کیا تجھ کو یہ گمان ہے کہ اس کے عذاب کی برداشت کر سکے گا۔ ہرگز نہیں یہ بات دل سے دور رکھ اور اگر اس کے عذاب کا امتحان کرنا چاہے تو ایک ساعت تپش آفتاب میں یا حمام تیز میں بیٹھ یا اپنی انگلی آگ سے قریب کرتا کہ طاقت اور حوصلہ اپنا معلوم ہو جاوے۔ یا یہ مغالطہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کریم اور صاحبِ فضل ہے، اس کو کسی کی طاعت کی حاجت نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے کرم پر دنیا کے کاموں میں کیوں نہیں اعتماد کرتا۔ جب دشمن تیرا قصد کرتا ہے تو کیوں حیلے اس کے دفع کے کرتا ہے۔ جو کام بدون روپے پیسے کے نہیں سرانجام ہوتا تو اس وقت تیرا کیوں دم سا نکلتا ہے اور اس کی طلب میں بیسیوں حیلے بناتا ہے۔ اس وقت اعتماد کرمِ الٰہی پر کہاں جاتا ہے۔ کیوں نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کوئی خزانہ بتا دے گا یا کسی اپنے بندے کو

بھیج دے گا کہ تیرا کام بدون تیرے ہاتھ پاؤں ہلائے سرانجام دے گا۔ کیا تو یہ جانتا ہے کہ خدائے تعالیٰ صرف آخرت ہی میں کریم ہے، دنیا میں نہیں اور تجھے تو معلوم ہے کہ خدائے تعالیٰ کا طریق بدلا نہیں جاتا اور دنیا و آخرت کا پروردگار ایک ہی ہے اور انسان کے لئے صرف وہی ہے جو اُس نے عمل کیا۔ ارے نفس تیرے جھوٹے دعوے اور نفاق بڑے ہی عجیب ہیں اس لئے کہ تو زبان سے تو دعویٰ ایمان کا کرتا ہے مگر نفاق کا اثر تجھ پر ظاہر ہے۔ دیکھ تیرا آقا اور پروردگار فرماتا ہے 'وما من دآبة فی الارض الا علی اللّٰه رزقها' (اور کوئی نہیں پاؤں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی) اور آخرت کے باب میں فرماتا ہے 'و آن لیس للا انسان الا ما سعی' (اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کمایا اُس نے) ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص دنیا کے امر کی کفالت تو خود اس نے فرمائی ہے کہ تیری سعی کی اس میں کچھ حاجت نہیں اور آخرت کو بندے کی کمائی پر منحصر رکھا ہے۔ مگر تو نے اپنے افعال سے خدائے تعالیٰ کو جھوٹا کیا۔ کہ جس چیز کی ذمہ واری وہ لیتا ہے اس پر تُو مدہوش اور پاگلوں کی طرح گرتا ہے اور امر آخرت کو جو تیری کوشش پر منحصر رکھا تھا اس سے بالکل روگردان اور حقارت کناں ہے۔ پس یہ تو نشان ایمان نہیں۔ اگر زبان ہی سے ایمان معتبر ہوتا تو منافق دوزخ کے سب سے نیچے درجے میں کیوں ہوتے ارے کم بخت گویا تو روزِ حساب پر ایمان نہیں رکھتا اور گمان کرتا ہے کہ مرنے کے بعد تجھ کو رہائی ہو جاوے گی اور بھاگ جاوے گا۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'ایحسب الاانسان ان یترک سدی الم یک نطفة من منی یمنٰی ثم کان علقة فخلق فسویٰ فجعل منه الزوجین الذکر ولانثی الیس ذالک بقادر علیٰ ان یحیی لموتی' (کیا خیال رکھتا ہے آدمی کہ چھوٹا رہے گا بے قید، بھلا نہ تھا ایک بوند پانی کی جو ٹپکی پھر تھا خون کا لوتھڑا پھر اس نے بنایا اور ٹھیک کر اٹھایا پھر کیا اس میں جوڑا نر اور مادہ، کیا ایسی ذات قادر نہیں ہے کہ زندہ کردے مردے) پس اگر تجھ کو یہی گمان ہے کہ ویسے ہی چھوڑ دیا جاوے گا تو تیرے برابر جاہل نہیں اور تو پکا کافر۔ یہ تو سوچ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو کس چیز سے بنایا ہے چنانچہ خود فرماتا ہے 'قتل الا انسان ما اکفره من ای شیئی خلقه من نطفة خلقه فقدره ثم السبیل یسره

ثم اماته فاقبره ثم اذا شآء انشره '(مارا جاوے آدمی کیسا ناشکرا ہے کس چیز سے بنایا اس کو، اس کو ایک بوندے سے بنایا پھر اندازہ رکھا اس کا پھر راہ آسان کر دی اس کو (پیدائش کی راہ)۔ پھر اس کو مردہ کیا پھر قبر میں رکھوایا پھر جب چاہا اس کو اٹھا نکالا) پھر کیا تو اس کو جھوٹ جانتا ہے کہ جب وہ چاہے گا تجھ کو مرنے کے بعد نہ اٹھا سکے گا۔ اگر تو جھوٹ نہیں جانتا تو پھر احتیاط کیوں نہیں کرتا اور اگر بالفرض کوئی یہودی تجھ سے کہہ دے کہ تیرے مرض میں فلاں کھانا مضر ہے تو گو وہ تیرے نزدیک سب کھانوں سے لذیذ ہو مگر تو اس سے صبر کرے گا اور اس کو چھوڑ دے گا اور دل کو مضبوط کر لے گا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ جن انبیاء علیہم السلام کو معجزے عنایت ہوئے ان کا قول اور خدائے تعالیٰ کا قول اس کی آسمانی کتابوں میں تیرے نزدیک اتنا بھی نہیں کہ ایک یہودی کے قول کے برابر ہو، جو اٹکل پچو بے دلیل باوجود نقص علم و عقل کے کہہ دیتا ہے کہ اس کا اثر تو ہوتا ہے اور خدا اور رسول کے کہنے کا اثر نہیں اور اس سے عجیب تر یہ ہے کہ اگر کوئی بچہ تجھ سے کہہ دے کہ تیرے کپڑوں میں بچھو ہے تو بدون اس کے کہ تو کوئی حجت پوچھے فوراً اپنے کپڑے پھینک دیتا ہے ۔کیا انبیاء اور علماء اور حکماء اور تمام اولیاء کا قول تیرے نزدیک بچے کے قول سے بھی کمتر ہے جو محض نادان ہوتا ہے یا یہ کہ جہنم کی حرارت اور اس کے طوق اور عذاب اور زقوم اور گُرز اور پیپ اور ہوائے گرم اور سانپ بچھوؤں کیا تنی اہمیت نہیں ہے اسی لئے تو دنیا کے بچھو کا احساس کرتے ہی کپڑے اُتار پھینکتا ہے اور ایک بچے کے کہنے پر اس سے بچنے کی سعی کرتا ہے، جبکہ انبیائے کرام تجھے دوزخ کے ہولناک بچھوؤں، خطرناک سانپوں اور اژدھوں سے ڈراتے ہیں مگر تیرے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ کیا یہ دانائی ہے؟ کیا اسے کسی ہوشمند انسان کا طرزِ عمل کہا جا سکتا ہے؟ ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر بہائم پر تیرا حال منکشف ہو جائے تو وہ تیرا مزاق اُڑائیں اور تیری عقل و فہم کا ماتم کریں۔ اے کم بخت نفس! اگر تو ان سب پر ایمان رکھتا ہے اور واقعی جانتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ عمل میں لیت و لعل کرتا ہے۔ موت تو تیری گھات میں لگی ہے کہ عجب ہے کہ مہلت نہ لینے دے اور جلدی سے اچک لے۔ تو کس باعث اس سے نڈر بیٹھا ہے کہ جلد نہ آوے گی اور ہم نے مانا کہ تجھ کو سو برس کی مہلت مل جاوے تب بھی تو راستہ بدون کاٹے نہیں کٹتا اور کام بدون کیے تمام

نہیں ہوتا۔ فرض کرو کہ ایک شخص فقہ سیکھنے کو گھر سے باہر نکلے اور باہر جا کر برسوں بے کار نکما بیٹھا رہے اور نفس کو تسلی دیتا رہے کہ آئندہ برس سیکھ لوں گا۔ جب گھر کو جانے کے تھوڑے دن رہیں تو تجھ کو اس شخص کی عقل پر ہنسی آوے گی کہ یہ بھی عجیب شخص ہے کہ ذرا سی مدت میں فقہ سیکھنا چاہتا ہے یا بدون فقہ سیکھے فقہاء کے منصب کا طالب ہے اور خدائے تعالیٰ کے کرم پر بھروسہ رکھتا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ آخر عمر میں کوشش عمل میں کرنی نافع ہے اور اس سے بلند درجے ملتے ہیں، تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ابھی زندگی بہت باقی ہے شاید یہی روز آخری ہو پس اس میں مشغول عبادت نہ ہونے کے کیا معنی۔ اگر مہلت کا پروانہ بھی مل گیا تب بھی عمل نہ کرنے اور لیت ولعل کرنے کی کیا وجہ ہے۔ بجز اس کے کہ اپنی خواہش کے خلاف کرنے سے عاجز ہے اس لئے کہ اس میں محنت و مشقت ہوتی ہے۔ پس اگر یہ انتظار ہے کہ عبادت ایسے دن کریں جس دن مخالفت شہوات کی دشوار نہ معلوم ہو تو ایسا دن خدا تعالیٰ نے کبھی پیدا فرمایا نہ آگے کو پیدا فرماوے گا۔ جنت تو جب ملے گی تو مشقت کی چیزوں سے چھپی ہوئی ملے گی اور وہ مشقت کی چیزیں کبھی نفس پر آسان نہ معلوم ہوں گی، اس کا وجود تو محال ہے۔ سوچ تو سہی کہ کب سے تو وعدہ کرتا ہے کہ کل کروں گا اور کل کل کرتے ہر ایک کل آج ہوتی ہے جب آج ہی نہ کیا تو کل کیا کرے گا۔ تجھے یہ معلوم نہیں کہ جو کل آج ہوگئی اس کو حکم گذشتہ کا ہوگیا بلکہ اصل یہی ہے کہ تو آج اگر عاجز ہے تو کل کو عاجز تر ہوگا۔ اس واسطے کہ شہوت مثل جمے ہوئے درخت کے ہے جس کا اکھاڑنا بندے کے لئے داخلِ عبادت ہے۔ پس اگر سستی کے باعث اس کو نہ اکھاڑا اور دوسرے دن پر رکھا تو اس کی مثال ایسی ہے کہ جب آدمی قوی اور جوان ہو اس وقت درخت کے اکھاڑنے سے عاجز ہو کر ایک برس اور اسے رہنے دے اور جانتا ہو کہ مدت کے زیادہ ہونے سے درخت میں مضبوطی زیادہ ہو جاتی ہے اور آدمی میں ضعف آجاتا ہے تو جس درخت کو کہ جوان ہو کر نہ اکھاڑ سکا اس کو بڑھاپے میں کبھی نہ اکھاڑ سکے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ بڑھاپے کہ ریاضت ایک مشقت ہی مشقت ہے مثل مشہور ہے بوڑھے طوطے نہیں پڑھتے۔ بھیڑیئے کی تادیب (ادب سکھانا) محض تعذیب (اپنے کو تکلیف میں ڈالنا)

ہے، تر لکڑی کو جہاں سے چاہو موڑ لو اگر خشک ہو جاوے تو پھر نہ مڑے گی بلکہ موڑنے سے ٹوٹ جائے گی۔

پس اے نفس اگر تو ایسی صاف صاف باتوں کو بھی نہیں سمجھتا اور تاخیر پر مائل ہے تو پھر کیوں اپنے آپ کو عاقل کہتا ہے۔ اس حماقت سے بڑھ کر اور کونسی ہوگی اور شاید تو یہ تقریر کرے کہ میں عمل پر اس لئے مستقیم نہیں ہوسکتا کہ لذت شہوات کا حریص ہوں اور تکلیف ومشقت پر کم صبر کر سکتا ہوں تو یہ نہایت ہی درجہ کی حماقت اور آخری درجے کی بیوقوفی ہے اس لئے کہ اگر بات تیری سچی ہے تو ایسی شہوات کا طالب کیوں نہیں ہوتا جو ابدالآباد تک صاف اور خالی از جملہ کدورات ہوں اور ان کے ملنے کی توقع جنت کے سوا اور کہیں نہیں اور اگر واقع میں تو شہوات ہی کا حریص ہے تو یہ حرص اسی طرح مٹ سکتی ہے کہ تو شہوات دنیاوی کے خلاف کرے۔ ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک لقمہ کے باعث بہت سے لقموں سے دست بردار ہونا پڑتا ہے اور ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر کسی مریض کو کوئی طبیب کہے کہ ٹھنڈا پانی تین دن مت پینا تاکہ تندرست ہو جاوے اور پھر مزے سے عمر بھر پیا کرو اور یہ بھی کہہ دے کہ اسی تین دن کے عرصہ میں پیو گے تو کسی سخت مرض دیرپا میں مبتلا ہو جاؤ گے اور تمام عمر کا پینا چھوٹ جاوے گا۔ تو اس صورت میں مقتضائے عقل اس بیمار کے لئے کیا یہ ہے کہ تین دن صبر کر کے تمام عمر عیش سے رہے یا اسی وقت اپنی خواہش پوری کرے کہ مجھ سے تین دن صبر نہ ہو سکے گا اور مخالفت خواہش کی تکلیف برداشت نہ ہو سکے گی گو اس کے بعد تین سو دن یا تین ہزار دن برداشت کرنی پڑے۔ اب اگر تمام عمر کو مدت آسائش اہل جنت اور عذاب اہل دوزخ کے ساتھ نسبت کر دیکھو یعنی ایام زندگی کو ابد کی طرف نسبت کرو تو جو نسبت تین دن کو ہے تمام عمر کی طرف اس سے بھی وہ تھوڑی ہی ہوگی گو آدمی کی عمر کتنی ہی بڑی ہو کیونکہ صورت اول نسبت محدود چیز کی ہے۔ لاانتہاء شے کی طرف جو واقع میں کچھ نہیں اور صورت دوم میں محدود کی نسبت دوسری محدود چیز کی طرف ہے یہ خواہ مخواہ بڑی ہوگی۔ اور یہ تو کوئی بتادے کہ شہوات سے صبر کرنے کی تکلیف سخت اور اس کی مدت بڑی ہے یا درکات دوزخ میں رہنے اور آگ کی تکلیف سہنے کی۔ پس جو شخص کہ مجاہدے کی تکلیف برداشت نہیں کرسکتا اس سے خدائے تعالیٰ کے عذاب کی

تکلیف کیسے برداشت ہوگی۔ پس جو تو اپنے نفس پر مشقت کرنے میں سستی کرتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو خفیہ کفر رکھتا ہے یا اعلانیہ بے وقوفی۔ کفر خفی تو یہ ہے کہ روز حساب پر ایمان ضعیف ہو اور مقدار اور عذاب کو بڑا نہ جانتا ہو اور علانیہ بے وقوفی یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے کرم اور عفو پر اعتماد ہو اس کی ان باتوں پر التفات نہ ہو کہ وہ عذاب دینے کے لئے مہلت بھی دیتا ہے اور تیری عبادت کی اس کو پرواہ نہیں۔ پھر باوجود اس کے روٹی کے لقمے میں یا کوڑی بھر مال کے باب میں یا خلق سے کسی کلمہ کے سننے میں خدائے تعالیٰ کے اوپر اعتماد نہیں کرتا بلکہ جتنے حیلے اس باب میں حصول غرض کے لئے ہوں، سب کو استعمال میں لاتا ہے۔ اسی جہالت کے باعث حماقت کا لقب تجھ کو رسالت مآب ﷺ سے عنایت ہوا۔ چنانچہ فرمایا ’الکیس من دان نفسہ و عمل لما بعد الموت والا حمق من اتبع ھواھا وتمنی علی اللّٰہ الامانی ‘(دانا وہ ہے کہ اس کا نفس مطیع ہو اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور احمق وہ کہ اپنے نفس کو اس کی خواہشوں کا تابع کرے اور اللہ تعالیٰ سے آرزوؤں کی تمنا کرے) ارے کم بخت دنیا کی زندگی پر نہ مغرور ہو اور نہ کسی اور چیز سے خدائے تعالیٰ پر مغالطہ کھا۔

صفحہ ۲۹ سے آگے:

اگر مکمل دینی زندگی اختیار کرنے کے بعد پھر توحید و رسالت اور آخرت کے بارے میں مخالفانہ خیالات اور وساوس آرہے ہوں تو اس کا علاج بھی یہی سوچ اور مراقبہ ہے کہ یہ خیالات غلط ہیں۔ ان کے مقابلے میں صحیح خیالات ذہن میں جمائے۔ جب آدمی توحید و رسالت اور آخرت کے یقین کو خالص نیت کر کے اختیار کئے ہوئے ہو اور اس کے عملی ثبوت کے طور پر نماز پڑھ رہا ہو تو پھر وساوس اور خیالات سے قطعاً پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ خوش ہونا چاہئے کہ ان کا مقابلہ کرتے ہوئے پورا اجر و ثواب مل رہا ہے۔

(جاری ہے)